بیان عشق و مضامین رنگین و دل کا فصل تحقیق و جلا و اسما میں ہے

گلدستۂ ازہار چمنستان فصاحت گل سرسبد بوستان بلاغت مشعل شاہراہ حقیقت موسوم

دیوان عیش

معروف بہ

گلشن معرفت

مصنفہ ماہر اکمل استاد منشی [illegible] لال صاحب متخلص عیش ڈپٹی کلکٹر اوناو حسب فرمائش مصنف ممدوح

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوکر [illegible] چھپا ہوا

M.A.LIBRARY, A.M.U.
U24701
MUSLIM UNIVERSITY LIBRARY ALIGARH
۲۴۷۰۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف الف

ہر دم زبان پہ ورد ہے پاک نام کا
ہے باعث نجات جو ہے خاص و عام کا

نام اسکے بھی وجود کا اثبات جس سے ہے
نامی سے رتبہ کس لیے کم ہے نام کا

نامی و نام گو ہوئے دو ہیں برائے نام
تو جانتا ہے کام مگر عقل خام کا

ہے عین اسم اسکے ہے تو موسوم کے ہے اسم
پایان اتفاق اسے ہوگا ۔۔۔ نام کا

نا فعل سے ہے جو فعل تو فاعل ہے فعل سے
ناکام یاد کر کہ یہ نکتہ ہے کام کا

نامی و اسم میں جو سمجھو فرق ہے
ہر فرقہ مست ہے اسی وحدت کے جام کا

عنقا نے نام پایا اسی نام کے طفیل
گمنام کو بھی فخر ہوا اس نام کا

ممدوح کا جو نام مرے دلنشین ہے
شاہنشہ زمان ہے غلام اپنے رام کا

نام خدا یہ نام جسے اکا ظہور ہے
تجھکو جو عیش عیش ہے حاصل دوام کا

حمد ثنائے اسکے مصنوع یہ مقید کیا
ہوسکے آزاد مطلق بندہ انجسو کیا

کیا عیان کا ہو بیان ہے خود وہ روشن تر ز مہر
تابش ذرہ کا محتاج اصلی نور کیا

ہو اگر بے نور اسکے نور سے ارض و سما
ماہ کیا اور مہر کیا انسان کیا اور حور کیا

جان بھی ہے بے حس و حرکت جسم بیجان کیطرح
غیر فضل ایزدی بے تن رہے مقدور کیا

عشق کی آتش نے موسیٰ کی خودی کی سوختہ
باعث پیغمبری ہوتا وگرنہ طور کیا

روشنی شمع کو قطع زبان سے ہے فروغ
راہ حق میں جو کٹا لے سر نہو منصور کیا

مثل جان ہر شے کے تن سے ہے عیان اسکی ضیا
جو ہو روشن شمس سے زیادہ رہے مستور کیا

راست یہ ہے ایکدم کے ہیں یہ چھوٹے سا سب
کیا ہوا باندھی ہے ان ہی پہ ہوا مغرور کیا

گر رہا دنیا و ما فیہا کا لاحق فکر عیش
عیش کیا حاصل ہوا اور تو ہوا مسرور کیا

یا رب جو تیرے نور کا فیضان ہو گیا
ہر ذرہ رشک مہر درخشان ہو گیا

روشن جو میرا مطلع دیوان ہو گیا
پہ نور شمس روح کا احسان ہو گیا

پروانہ حسن شمع پہ قربان ہو گیا
کیا جانے کیا لگن ہوئی بیجان ہو گیا

تابع ہوئی جو حرص کی ہوا اور نفس زیر
قابو میں سب کے تخت سلیمان ہو گیا

ہر شے میں جلوہ گر دیکھ کے اپنے میں پا گیا
آئینہ سان میں ششدر و حیران ہو گیا

ہمت ہوئی قریب تو سب مشکلیں ہوئیں دور
دشوار تر جو کام تھا آسان ہو گیا

ہر شے میں دیکھنا ترے جلوہ کا ہے صنم
مذہب مرا یہی ہی ایمان ہو گیا

دیدار کو ترے ہمہ تن دیدہ میں ہوا
اے جان یہ تیرے حسن کا احسان ہو گیا

جب تک ہوا نہ انس مجھے ہر کسی کے ساتھ
اپنی سمجھ میں کسطرح انسان ہو گیا

دنیا سے دن پہ کیوں دل دانا دیا ہے لگا
ہے ہی تو جان بوجھ کے انجان ہو گیا

رونق فزا وہ جیسے ہوئے میرے دل میں عیش
رشک ارم ہے کلبۂ احزان ہو گیا

CHECKED-2002

خود کو جب تک نہ کرے گم نہو پایا اسکا — جا ہے دل خالی جو ہوئے تو ہو آنا اسکا
اسکا مامن کہان جو آندرشند مین ہو مدام — بے ٹھکانے ہی نہین ٹھیک ٹھکانا اسکا
اسکا پھر آنا جو یان آکے وطن جائے بھول — واپسی جسکی نہو اچھا ہی جانا اسکا
ہر زبان مصلحت وقت پہ لازم ہی عمل — ہو زمانہ سے بناتا ہی نہ مانا اسکا
نفس کے خوف سے دنیا کو بھلایا دل سے — پر غضب کرتا ہی پھر یاد دلانا اسکا
طمع دانہ ہو جو طائر کو تو دانائی کیا — کام دے دام مین آسان ہی پھنسانا اسکا
شامت اعمال سے دل حرص و ہوا کا پابند — ہو اگر بند سے مشکل ہی چھڑانا اسکا
عیب بد پردون مین چھپکر بھی جو چھپیگا تو کیا — عالم الغیب سے ہوگا نہ چھپانا اسکا
دل مین آنا نہین اچھا ہی خیال فاسد — صحبت بد سے مناسب ہی بچانا اسکا

نہ بنا نفس سے گر نفس سے ہوتا ہی بگاڑ
عیش لازم ہی تجھے ٹھیک بنانا اسکا

دید کرنا جو ہو منظور جلوہ یار کا — متحد منظور ناظر سے ہی باندھا تار کا
پہ تعصب عین پردہ ہی نہ تیرا فرض عین — دور چشم دل سے کر شائق ہی گر دیدار کا
دید کر جی بھر کے ہر شی کو نہ خالی شمس کو — ذرہ ذرہ مین ہی نور اس مطلع الانوار کا
زلف دنیا ہی یہ لیلی جسمین الجھی خلق کل — اور بپا ہی شور محشر جسمین مار و مار کا
راست یہ ہی کرد تی خویش می آید بہ پیش — کون ان کج خلق ساتھی ہو ترے کردار کا
سخت حیرت سارق غفلت کے ہاتھون بیت دیے — ق — ہو رہے وقت لیے بھاگا جو مال ہی ہشیار کا
لکھ خود ہاتھون سے کھودین ہم نہ بامردی کرین — اور نہ رکھین فکر سے پہلے ہی آل کار کا
دار فانی کربلا ہی یان کہان آب بقا — تشنہ کامی سے ہی پیلا حال دنیا دار کا
الفت دنیا کا اسیر ہی جو ہی دار و مدار — دار فانی مین پسند آنا نہو کیون دار کا
عیش جب ہو الفت دنیا کا عیسی ہی مریض — پھر خدا ہی حافظ و ناصر ہی ہر بیمار کا

ذرہ ذرہ جو ڈھونڈھ کر دیکھا
سب میں خورشید جلوہ گر دیکھا

ہم نے دنیا کو رہ گذر دیکھا
گذرے خود سے تو یاں گذر دیکھا

شب کو ٹھہرے سرائے فانی میں
صبح کو پیش پا سفر دیکھا

نقش فی الما یہاں کی راحت ہے
رنج کا نقش فی الحجر دیکھا

فی الحقیقت رہ طریقت کا
غیر سالک نے راہبر دیکھا

کار دنیا کو دل کا تصدیعہ
دیجیے کیا کہ درد سر دیکھا

نہ سبب پہ ہے نظر جنکی
اہل اسباب بے خبر دیکھا

ہائے غفلت کو کیا کرے گئے خیال
خواب کو ضعف بصر دیکھا

تعلیش ہے دور بین و دور اندیش
کوتہ اندیش کم نظر دیکھا

لیگیا دلبر اگر دل پھر رہا مہجور کیا
دل سے جو نزدیک ہو اسکو سمجھیے دور کیا

نذر نظر چشم جانان جان و دل دونوں کیے
دیکھیے اب ہو مرے منظور کو منظور کیا

ہے اگر شپرکی بے بصری تو اسکا ہے قصور
نور افشانی سے اپنی مہر ہے معذور کیا

جو رہا آزاد جبر و قہر سے کب ہو بری
جو بنا خود فاعل افعال وہ مجبور کیا

آفتاب عقل سے ہو تیرگی جہل دور
ظلمت شب گر رہے کچھ بھی طلوع نور کیا

ہم ہیں خاکی خاک ہوگی خواہش شہرت ہمیں
خاک میں ملکر جو ہو گمنام ہو مشہور کیا

دنیوی افکار باطل کو نہ پاس آنے دے تعلیش
جس جگہ ہو ذکر حق غم کا وہاں مذکور کیا

عوض ہوا مجھے حاصل یہ جان نثاری کا
کہ جان دی نہ گیا رنج انتظاری کا

جو خود ہوں حائل وصلت تو کیوں نہو دوری
فساد ہے یہ سراسر دوئی کی یاری کا

مری دوئی ہی تنہا ہے موجب تذلیل
مرا ہی حق ہے باحقیقت تمام خواری کا

وہ چاہے ملی ہو گدا کر دے شاہ کشور کا — تمنا کیجیے ہرگز نہ تاجداری کا
انھیں کو خاک بسر پایا دشت ذلت میں — جنھیں غرور تھا دنیا میں شہسواری کا
جو دل کو کشتہ کیا آتش قناعت سے — تو نسخہ مل گیا اکسیر خاکساری کا
کیا یہ خاک کی چٹکی نے پھر اثر پیدا — کہ بیخ و بن سے گیا مرض بیقراری کا

نہ غیر حق پہ نظر پیش ہو کہ باطن کی
رہے ہمیشہ تصور جناب باری کا

۹

فیض انوار عبادت جو میسر ہوتا — رشک خورشید سے ہر ذرہ کا بڑھ رتبہ ہوتا
لوث خواہش سے اگر دل نہ مکدر ہوتا — تو صفا سائل خورشید ہی گھر گھر ہوتا
دیدۂ شوق طبیعت جو منور ہوتا — کیوں نہ دیدار خدا اُنکو میسر ہوتا
دیدۂ حرص و ہوا عقل کے اندھے مت کو لیا — سو جتنا بھی ہو یہ لطف صد صد ہوتا
ہے حجاب دوئی سے چہرۂ جانان چھپا — کس طرح چہرہ نظر اُن کی پردہ سے باہر ہوتا
نور کو بھی تاب تجلی نہیں الامان — طور گر پاس سے وہ ہوتا تو کیونکر ہوتا
چشم بینا ہی نہیں تیری تو کیا حس کرے — وہ تیرا نور ہے کس طرح میسر ہوتا
اژدر زلف سے دنیا کے بچا دل صد شکر — دین و ایمان کا زیان ورنہ مقرر ہوتا
وہ جو دشوار ہے گو راہ دیار جانان — ہوتا آسان اگر شوق برابر ہوتا
آنے دیتا نہ اگر حرص و ہوا کے بچے — بوالہوس کیوں نہ تسکین دل مضطر ہوتا
الفت سکے جو ہے ایک سے تب ہو انسان — ہے پیشہ پیشکو لیکن کہتا جب ہے مشہر ہوتا

کسی شکل سے جو دنیا کی نہ محروم ہوتا
ہم سے ورا بھی سہل ہے ہوتا

۱۰

جو ہوا آئینہ باطن مصفا — تو دیکھا صاف دلبر کا سراپا
ہٹے جب معنی معنی ہم پیدا — رہی صورت کی صورت سے غرض کیا

ہوئے جب لفظ کے معلوم معنے — تو مطلب بحث لفظی سے رہا کیا
الف واحد جو دیکھا سر عدد کو — دوئی جاتی رہی پایا جو یکتا
وصال یار میں حائل ہیں ہم خود — سمجھ اسنے مثل کوئی نہ پایا
نہیں چشم تجسس ای مری چشم — کیا اندھیر جو ولیسر نہ دیکھا
نہ دیکھا نور اقدس مثل شپر — نہایت ظلم ہے ظلمت کا جینا
نہیں ناداں اگر عشق حقیقی — نہ بازی ہو مجازی کا ہوشیا

نہیں غم عشق کو گذرا جو خود سے
سبب مدہوشی یوں ہی پیدا یا

۱۱

مرا سینہ ہے مجمر آتش عشق بت جاناں کا — سپند دل نہ کیونکر واقع ہو لطف مشت دوراں کا
وہ فرط شوق سے تن سے نکلتا ہے لب آئی — تیرے دیدار کی کیسی ارادہ ہے مری جاں کا
ابھی یا عشق سے جاتی ہے سیاہی پھر جاتی — کرا سنے حال لکھا تھا ہے سینہ سوزاں کا
کسی کی سرد مہری کا شکایت کیا دل تفتہ — رہیگا گرم بازاری یہ یوں ہی درد دوراں کا
توانائی نہیں ہم میں سنائے ناتوانوں کو — کسی ذی جان کی جان سے نہیں یہ کام انساں کا
دیا بے ساختہ کیوں اخلاق کا بیسہ ہو گر دیدہ — کہے شیریں زباں ہر اک مراسم ہوں احساں کا
ادا و ناز سے چلنا سرو کا جو دیکھے — چلے رفتار میں دعوے نہ پھر کبک خراماں کا

زیادہ مست آنکھوں پر جو ہیں تکرار دنیا میں
نہیں ہے خوب شب بھر دیکھنا خواب پریشاں کا

تفضل خدا سے جب کیا نہ دیکھا — ولیکن ہم نے کوئی تجھ سا نہ دیکھا
اری آنکھوں سے کیا کیا تماشا نہ دیکھا — وسلے کچھ بھی آنکھوں جس خدا یا نہ دیکھا
نہ دیکھا جو تجھ کو تو دیکھا جہاں کیا — برابر ہے اپنا یہ دیکھا نہ دیکھا
جہاں آ کے عالم میں کیا ہم نے کیسہ — جو اک دم کو بھی اپنا رہنا نہ دیکھا

ہین بیگانے سب اُسی یکتا بغیر
کوئی ہمنے اپنا بیگانا نہ دیکھا

ق

گلہ دوست سے دید کا کیجیے کیا
کوئی اپنے سا دشمن اپنا نہ دیکھا

کہ دیکھا کیے خود کو اور خود ہی اُسکو
نہ دیکھا نہ دیکھا نہ دیکھا نہ دیکھا

وہ نظر محبت سے کیا دیکھتے تمکین
تجھے کسی قابل نہ پایا نہ دیکھا

۱۶۳

سمجھون اے دل ترا کیا بے سر و ساماں ہونا
تجھ مین جب سیکڑون خواہش کا ہے امکان ہونا

بیدلی سے نہ سمجھ بے سر و ساماں ہونا
تیری قسمت مین ہے دل یار کا مہمان ہونا

جب تصور مین ترے پاس ہے اے دل موجود
تجھسے کیا دور کہین قربت جانان ہونا

خندہ گر چشم زدن تک ہے تو گریہ دن رات
برق سا خندہ ہے گر ابر سا گریان ہونا

تن مین رگ رگ کے نہ کیون دل طرح گھبراوے
تنگ کر دیتا ہے ہر ایک کو زندان ہونا

نظر غیر پڑی ہے مرے مرنے کی جبکہ
دھیان آنکھون سے ترا چاہیے پنہان ہونا

آپ کو بھولا تو یاد آئی وہی بھولی شکل
محو جانان کو ہوا لازمی نسیان ہونا

منہدم گریہ سے کیون ہو نہ مکان ہستی
روز کے روز تو اچھا نہین باران ہونا

صاف دل کیون نہوے دیکھنے والے حیران
صاف کہتا ہے یہ آئینہ کا حیران ہونا

مثل آئینہ نہے گر نہ بشکل جانان
عشق صادق کا نہ عاشق کو ہے امکان ہونا

اے خرد مارکے دل بیٹھی ہے زلف دوتا
مخلصی کے لیے وان سلسلہ جنبان ہونا

بن سکے خود فاعل افعال مزا پائے تمکین
منفعل ہوتا تھا یون یون تھا پشیمان ہونا

۱۶۴

کس کائنات پہ ہے فدا کائنات کا
نادان تکیہ کیا ہے تن بے ثبات کا

چمکا جو روز پیری تو غفلت نہ چاہیے
جاگو کہ خاتمہ ہے جوانی کی رات کا

لیکن شرع کی اوس نہ واہی تباہی بک
پابند واعظا نہین مین واہیات کا

چمکے جو یون تو کیون نہ انا الشمس کہہ اٹھے
ہر ذرہ مین ہی نور تمھاری ہی ذات کا

امید و یاس رغبت و نفرت کا ذکر کیا
خائف نہ موت سے ہون نہ طالب حیات کا

مرنے سے پہلے مر چکا کیا جیون کیا مرون
قصہ چکا دیا ہی حیات و ممات کا

تمکین جہان مین نہ خوشی خوش نشستگی
ای عیش جھینکنا ہی یہان بات بات کا

۱۵

بن سکے عابد جب خدا سے خود جدا ہونے لگا
کیون نصیبون مین ترے وصل خدا ہونے لگا

وصل کی بھی آرزو تو دل سے اپنے دی نکال
خوف ہجران گر تجھے ای نا سزا ہونے لگا

عابد و معبود دو سمجھے جو تو نے مدعی
گم تری غفلت سے اصلی مدعا ہونے لگا

اپنی آزادی جو بھولا ہوا پابند ہوس
بندۂ دنیا بنا خوف و رجا ہونے لگا

ہان دوئی کا ہی موثر جیسے سحر سامری
اثر وحدت ایسے گوسالہ کو کیا ہونے لگا

کیون ہوا مدہوش اتنا کیون فنا فی الخواب ہی
کیون نہ آنکھین نشۂ غفلت سوا ہونے لگا

خواب بیداری جو تھا گم آنکھ لگتے ہی ہوا
چشم وا ہوتے ہی خواب شب فنا ہونے لگا

کل شیء ہالک ثابت ہی روز و شب ہمین
ہر دو عالم کا فنا صبح و مسا ہونے لگا

کور دانش بادۂ نخوت جو تو نے نوش کی
کیون سرور نشہ تجھکو غم ربا ہونے لگا

گر فنائے ہر دو عالم تعیش ہی تو غم نہ کھا
کون ہی تیرے سوا جو ذی بقا ہونے لگا

۱۶

مجھکو حاصل ہی جو محو رخ جانان ہونا
شکر کی جا ہی کہ کام آیا ہی انسان ہونا

انس ہر ایک سے ہی مجھکو جو ازلی ابدی
شکر کی جا ہی کہ کام آیا ہی انسان ہونا

سر کے بل بہت روی سے رہ عرفان مین چلا
شکر کی جا ہی کہ کام آیا ہی انسان ہونا

نیک و بد کی ہی تمیز اور ملی عقل سلیم
شکر کی جا ہی کہ کام آیا ہی انسان ہونا

نہ کسی شی سے ہی رغبت نہ کسی سے نفرت
شکر کی جا ہی کہ کام آیا ہی انسان ہونا

مین نہ پابند ہون افعال کا جو جسم کے ہین — شکر کی جا ہی کہ کام آیا ہی انسان ہونا
جلوۂ یار نظر آتا ہی ہر شی مین مجھے — شکر کی جا ہی کہ کام آیا ہی انسان ہونا
ہین بھی صفتین دور جو دل سے اپنے — شکر کی جا ہی کہ کام آیا ہی انسان ہونا

سہا
عیش ہر حال مین ہی عیش کو رکھا قائم
شکر کی جا ہی کہ کام آیا ہی انسان ہونا

باعث ہوا ہون خود ہی دوئی سے حجاب کا — کیا کام ورنہ روے صنم پر نقاب کا
یاد آنا کیا ہی پیری مین عہد شباب کا — نقشا سا پھرتا آنکھون مین ہی شب کے خواب کا
کیا مین کہون کہ کون ہون ہستی مری ہی کیا — بے دام ہون غلام ازل سے جناب کا
کیا ہی چڑھی جو پھولا ہی تو باد کبر سے — کم ظرف لوٹنے پہ ہی ساغر حباب کا
روزانہ بے حساب گنہ کر رہا ہی تو — یہ کہ خوف کچھ نہین روز حساب کا
وعدہ کا نہ کھا تجھکو ہوس کی تشنگی — ریگ جہان فقط ہی چمکنا سراب کا
کب خبر قلب کی ہو کہ ہی قلب آب شر — ہوش و خرد کا کھونا ہی پینا شراب کا
عقبےٰ کی آبرو کا کیا گر نہ کوئی کام — کیون شیفتہ جہان مین ہی آب و تاب کا
گر چشم دل نہین تری کھول معرفت — کیونکر نصیب دیکھنا ہو آفتاب کا
نفس بشر ہو مائل شر آب شر جو ہی — اس وجہ سے حرام ہی پینا شراب کا

سہا
اس غمکدہ مین عیش کا رہنا شگفت ہی
ویرانہ مین ہو گھر کسی خانہ خراب کا

جب زبان تیغ خامہ سے بیان ہونے لگا — وحدت حق کا تو حک نقش جہان ہونے لگا
کیون لگی لپٹی لگے کہنے زمانہ ساز ہین — دشمنون سے ساز کیا اے دوستان ہونے لگا
کیا ہو خندان کوئی جب زرق برق لیتی ہین جہان — رات دن کا جھینکنا یان اپرسان ہونے لگا
عشق سے ہی حسن اور ہی عشق سے خوبی حسن — بدگمان کیون ایک پر دو کا گمان ہونے لگا

کیون شکیبائی نہ کرلب کا ہون مین طالب لسان
وصف شیرین مین مرا شیرین دہان ہونے لگا

وصل کی لذت سے حاصل ہجر مین بھی ہر زمان
مزۂ قند مکرر بر زبان ہونے لگا

شور نقارہ مین طوطی کی سنے الحان کون
کیون کوئی میرا بیان ہمداستان ہونے لگا

جوہری مفقود ہین معدوم ہی دامان فہم
کیا ہوا کوئی اگر گوہر فشان ہونے لگا

تیرا شجر روح ہو سرسبز دائم غم نہ کھا
عیش باغ تن مین گر دخل خزان ہونے لگا ۱۹

دن بدن جو جسم اپنا مضمحل ہونے لگا
کیا عدم کے ملک کو یہ منتقل ہونے لگا

دی ید قدرت نے کیا لغزش حواس خمسہ کو
پاے استقلال دل بھی پابگل ہونے لگا

غرق دریاے ندامت مین ہوا یا عرق عرق
توبہ توبہ نفس بد کیون منفعل ہونے لگا

کیا شرافت رہ گئی جب دم غرض کی غرض کی
تھی جہان عزت وہین یہ مبتذل ہونے لگا

غور کر کیا ہی ہر اک اسباب راحت جب یہی
راحت اصلی کے پانے مین مخل ہونے لگا

سیکڑون کوسون کا رستہ تھا جو دشوار و بعید
صدق دل سے سہل تر اور متصل ہونے لگا

حرص سے کیا خاک ہوتا شعلۂ دل منطفی
ہان دو چندان اس ہوا سے مشتعل ہونے لگا

عیش سے انسان کے جب ظل حمایت مین ہی تو
فکر لاحق کیون تجھے ای میرے دل ہونے لگا ۲۰

اپنا دل جو درپے آزار جان ہونے لگا
کیا ہمارا مہربان نامہربان ہونے لگا

تھا جوانی مین ہی عزم راست مثل تیر راست
کیا کرین جب قد خمیدہ جون کمان ہونے لگا

کیون نہ جانپر آبنے اور کیون نہ دم گھٹنے لگے
آتش حرص و ہوا کا جب دھوان ہونے لگا

کب دُر نایاب پائیگا جو ہاتھون کھو دیا
ہاتھ سے جو وقت نکلا بے نشان ہونے لگا

چشم عبرت سے ذرا بازی دوران دیکھنا
پتلیون کا سا تماشا مردمان ہونے لگا

خاک کر دیگا جلا کر تن خاکی شمع سان
تفتہ خواہش اگر گرم فغان ہونے لگا

تھی شب غفلت تو دیکھے خواب دنیا نیک و بد / صبح بیداری ہوئی پنہان جہان ہونے لگا
جان ہم دیتے تھے جس پر جس سے تھی دل بستگی / وہ ہی آخر کو جہان شکل جہان ہونے لگا
ہے یہ روشن کب علیحدہ دھوپ سے خورشید ہے / ظل گستر سے جدا سایہ کہان ہونے لگا
ایک ہین گو عشق و عاشق ایک ہین حسن و حسین / پر بہ کثرت کے لیے حسن بیان ہونے لگا
ایک پنہان ہی ہو وہ گر ہون دو و تین چار / ہر عدد سے ایک ظاہر مثل جان ہونے لگا

انتہائے عیش غم ہو انتہائے غم ہے عیش
عیش کیا غم تجھکو جب یہ امتحان ہونے لگا

٢١

جو سامنے سے میرے وہ رشک قمر گیا / تاریک میری نظرون مین عالم کو کر گیا
بیٹھا مین ہاتھ ملتا ہون ڈھونڈھون کہان کہ ہائے / اُٹھتے ہی اُسکے دل بھی نہ جانے کدھر گیا
مثل حباب پُر نہو نخوت کی باد سے / کم ظرف جام زیست لبالب تو بھر گیا
جسنے بنا ہے خلق سے پایا ہے فائدہ / ہر کام اُسکا بگڑا ہوا بھی سنور گیا
قفل سکوت منھ پہ لگا کیا ظلم ہے / فریاد بھی تیرے در پہ جو شوریدہ سر گیا
اُس شعلہ رو کے تار نگہ کی کشش ہے کیا / دل تو مثال برق تڑپ کر کدھر گیا
کیونکر دیئے دل مین جا گرے نظرون سے کیون نہین / طفل سرشک بھی مرا لخت جگر گیا
گر جوہری نہووے تو جوہر رہے کہان / بے قدری زمانہ سے علم و ہنر گیا

مژدہ ہو تمکین کہ آتے ہین وہ خود ہی تیرے پاس
خوشدل ہمیشہ رہنا کہ غم دور تر گیا

٢٢

خاک گر یہ دل مغرور ہوا خوب ہوا / تن کا جلنا تو بھلا دور ہوا خوب ہوا
نور ہر سنگ مین تیرا نظر آیا ہمکو / اور جو موسیٰ کے لیے طور ہوا خوب ہوا
تھی بہت تو شمع مغرور مگر تیرا حسن / دیکھتے ہی اُسے کافور ہوا خوب ہوا
حق ہی ناحق تو نہ تھا دعوی حق پہ دیجان / بر سر دار جو منصور ہوا خوب ہوا

کس نظر سے کرون نظارۂ دنیا منظور
جو خدا کو ہے سے منظور رہا خوب ہوا

کیا گذرنی ہے گذر کیا چکی کیا گذر گئی
رہ گذر مین جو یہ غم دور رہا خوب ہوا

اپنی حالت مین ہے خوش گو نہ کسی سے ہے خلاف
عمر رہا عیش جو مشہور ہوا خوب ہوا

۲۲

فکر عقبیٰ کر رہا کیا چارہ مگر اچھا کیا
گر وہی ہو درد سر کیا میرا سر اچھا کیا

گرد باد دنیوی کی خاک لی تو نے نشست
واہ رے شوریدہ سر چکر مین گھر اچھا کیا

کیون نہو وے اے شمع ہان حق ماتم ہے یہی
کھو دیا رو رو کے تن پروانہ پر اچھا کیا

کھینچا تصدیعہ نہ صندل کے رگڑنے کا کبھی
یار ہا جو کشت سے اسکی درد سر اچھا کیا

ہے شبہ تھا منھ لگا گستاخ یہ طفل سرشک
اپنی نظرون سے گرایا چشم تر اچھا کیا

ہاتھ سے کچھ دے رہے ہین جو کہ راہ حیدرین
عیش ان لوگون نے ہے زاد سفر اچھا کیا

۲۲

گر رہ صدق و صفا سے نہ گذر ہو تیرا
جا نہ تا منزل جانان نہ گذر ہو تیرا

وہ نہ آیا تو نہ آیا گیا پھر دل بھی کہان
ہائے او آہ حزین یہ ہی اثر ہو تیرا

دسترس مال پہ منعم یہ قدرت نے جو دی
چاہیے یہ کہ ہر اک دست نگر ہو تیرا

مال و زر چیز ہین کیا ہین دل و جان تجھ پہ نثار
جان جان کاش کسی پر تو حصر ہو تیرا

بحر دنیا مین ہے طوفان و غبار سر جوش
تو نہ تیرا کہ ہے پھر کیسے گذر ہو تیرا

خس و خاشاک ہوس سے کیا دل اپنا پاک
ہر کدورت سے صفا تا کہ یہ گھر ہو تیرا

خم سر عجز کیے ہون تیرا فرمان پذیر
تن و سر میرا ہو اور تیغ و تبر ہو تیرا

چاہیے کیون دیر و حرم کیون کوئی در در بھٹکے
جب تمنا ہے دلی کہ یہی در ہو تیرا

گو کہ خاکی ہو دیا خاک کا ہو وے ذرہ
رشک خورشید نہ کیون مد نظر ہو تیرا

کوئی عاشق تر آلودۂ عصیان کیون ہو
پاک دامان جو اے رشک قمر ہو تیرا

اہل دنیا کا غم و خوف نہ ہووے غالب
اے خدا وند مجھے عیش کو ڈر ہو تیرا

۲۵

یہ کیا مردی ہے اے نامرد قابو پا نہیں سکتا ۔ توانائی یہ کیا قابو میں گر دل آ نہیں سکتا
عبث بنتا ہے خوش تقریر گر سمجھا نہیں سکتا ۔ بھلا وہ مدعا کیا ہے جو دل میں آ نہیں سکتا
محبت خاک ہو اسکے کہ مٹی کے کھلونے ہیں ۔ تیرے کھیلون سے اے دنیا میں جی بہلا نہیں سکتا
تمنا کیا ملے اسکی سہی گر دل کی دل میں ہے ۔ اثر اے جذبۂ دل کیا جو اسکو لا نہیں سکتا
یہ کیا جینا ہے کیا مرنا بلا میں مبتلا جینا ۔ بلا کی موت میں سختی ہے جو بتلا نہیں سکتا
نہ چھوڑا خوان دنیا گر تیرا لا و نعم بھر کیا ۔ جو لا کر شوق سے لقمے دینی کھا نہیں سکتا

جو شوق دل سے چل نکلے عیش راہ یار میں بیغم
تو کیا کچھ دور ہے تو قرب جانان جا نہیں سکتا

۲۶

فتح گر کیا ملک کیا شیر مارا ۔ سکندر کہان ہے رہا گو نہ دارا
نظر کس طرح آئے منظر ہمارا ۔ جو ہے سرد مہر دل کی آنکھوں کا تارا
عیان ہے وہی اور نہان بھی وہی ہے ۔ تن و جان ہے جسکا ثبوت آشکارا
وہی حسن ہے عشق و عاشق وہی ہے ۔ عزیز و وہی اہل دل کا پیارا
عجب ہے تماشا تماشائی جو ہے ۔ وہی جلوۂ پاک ہے حسن آرا
قدم رکھو آکر سر آنکھون پہ میری ۔ یہ ہے جا نثار بے تکلف تمہارا
گذر رو یہان گذرے جس رہ گذر سے ۔ کوئی دم کا اے ہمدمو ہے گذارا

وہ ملجا و ماوا و مامن وہی ہے
وہی عیش ہے غمزدون کا سہارا

۲۷

تیرا وابستۂ الفت باعث ہے تیرے قدر کا ۔ رسن میں وہم پیدا ہو رہا ہے مجھکو اژدر کا
کیا مین نے خودی کو نذر منظور نظر اول ۔ جو تھا منظور مجھکو دید کرنا اپنے منظر کا

نہ کیون ہو صاف حیرت مثل آئینہ تو ہو روشن
غبار دل سے لیکن ہو نہ واقف اپنے جوہر کا

کمینہ نہ خیالون کو سمجھکر کم نہ آنے دے
نہین ہے یاد کیا نمرود بے ہودہ آنا مچھر کا

ازل سے ہی چلا آتا مسلسل رشتۂ الفت
جو حسن و عشق مین محتاج کیون عاشق ہو دلبر کا

دلیل اسکی ہے دل تھا مل رہا دل سے ہم اپنا
سیر ادل دینا سے جاتا میرا دل میرے دلبر کا

خودی کو دور کرکے کیا تھا ہونا محو نظارہ
ہوا تھا متحد ہونا نظر ناظر کا منظر کا

نہ جز یکتا کوئی تھا اور نہوگا اور نہ ہے ہرگز
کہے دیتا ہے ملنا کہربا سے کاہ کے پر کا

نہین اچھی دو بینی عیش سمجھین غیر کیون کسکو
ثبوت احدیت ہے سب مین ہونا چار دان عنصر کا

ردیف باے موحدہ

۲۵ جہان و اہل جہان اور دنیوی اسباب
بغور دیکھ کہ سب ہیچ ہین مثال خواب

بڑا ہی فیض ہے دریا کا کم نہو دے آب
بجھے پیاس پیاسون کی ہو جہان سیراب

ذرا تو غفلت کم کرکے ہوش کی لیجے
چڑھا ہے مترقی نشا ر عہد شباب

لگی چھپی نہین رکھتا کہے ہے رو در رو
دکھاتا صاف ہے آئینہ سب کے عیب و صواب

گیا خیال جہان تک کہ وقت بیداری
جہان و اہل جہان کا رہا نہ باقی خواب

جو رنگ گل نہین سوسن تو کیون ہے سر بہ فلک
جو سنتی ہین عنادل کی ایک کا تو جواب

سلام کہتا ہون دنیا کو ہے حسیم باد ا باد
بڑا اینا مین ہے الٹا کیا جو ذاب آداب

نہ بات پوچھ کہ ہین زہر اسکی میٹھی بات
عزیز دشمن دین ہین یہ دنیوی احباب

جو وقت ملتا ہے اے عیش بس غنیمت ہے
نہ ضائع ہونے دے ہرگز کہ ہے گزرنا یاب

۲۶ ایسی قسمت کہان کہان نصیب
جو نصیب اپنے ہو وصال حبیب

ہمہ سو دیکھیے یہ ہے رنج عجب
میرا ہی نفس میرا ہووے رقیب
عقل سے دور کیون نہ کہلائین
دور ڈھونڈھین اُسے جو دل سے قریب
توسن نفس کے لیے ہر دم
چاہیے ایک شہسوار ادیب

عیش کیون بن گیا سراپا غم
مرض کیا کیون ہے احتیاج طبیب

۳۰
صبر درکار ہے ہر کار مین انسان لاریب
صبر سے مشکلین ہو جاتی ہین آسان لاریب
گر خزان آئی عنادل تو پھر آتی ہے بہار
پھر گلون سے ہوا جاتا ہے گلستان لاریب
موسم گل مین نہین فکر خزان ہے لازم
گل مقصود سے پر کیجیے دامان لاریب
کیون کیا عشق اگر تو نے کسی کو جز یار
دیکھ بادیدۂ آئینہ حیران لاریب

سخت سی سخت مصیبت کو یہی کرتا ہے دفع
عیش ہے صبر سے ہر غم بھی گریزان لاریب

۳۱
مجھکو بے تقصیر دی کسنے سزا کیون بے سبب
نفس سرکش نا سزا تجھکو دیا کیون بے سبب
تھا دل و جان دونون لیکر جب مین جا ضامن تھا
یک بیک دل سے کیا مجھکو جدا کیون بے سبب
کیون اُٹھی خاک میری خاک مجنون کی اُٹھا
کوے لیلی سے کہین پہنچی صبا کیون بے سبب
بوجہ تو یہ تڑپتا میرا پنجرہ مین نہین
موسم گل مین کیا گل سے جدا کیون بے سبب
جان دے سینہ مین گر کے کر نہ کیونکر دل جلا
یہ جو تھا آزاد قید اُسکو کیا کیون بے سبب
کون ادا اُن پر تری دنیا کوئی دل سے مرے
ہو خفا تیر سے سہے جور و جفا کیون بے سبب
جیفۂ حرص و ہوا پر ای سگان دنیوی
کافر نہ لڑتے ہو پھر خدا کیون بے سبب

عیش تیرا تو ہر ایک حالت مین خوش رہتا تھا دل
کیا ہوا ہے آج تجھکو غم ہوا کیون بے سبب

۳۲
ضبط غم کر نہ بہا دیدۂ نمناک سے آب
عیش ملتی ہے صدف کو گہر پاک سے آب

آبرو مجھکو ملے غرق خجالت ہو نفس — ای خرد بخشے جو تو خنجر بیباک سے آب

آبرو ہی تجھے درکار تو چھوڑ حرص وطمع — پاک رہنا ہی مناسب خس وخاشاک سے آب

سبز کیا خاک کرے کشت غریبان ممسک — جود کا جسکے ہوا خشک ہی امساک سے آب

مار شیطان کا گرے چاہ مین مرناش تو حیف — ایک قطرہ نہ گرے دیدۂ ضحاک سے آب

چاہ کے تیرون سے ہوئے دل ستم جلنی — کیون لہو ہوکے نہ ٹپکے دل صد چاک سے آب

ق

خاک برباد نہ دے روکش آتش ہوکر — دیکھ فولاد ہوا چشم غضبناک سے آب

بے بہا ہین دُر نایاب ترے دانۂ اشک — کم بہا جوش خرد دیدۂ نمناک سے آب

ٹھہرتی ہستی موہوم کی ہستی کیا خاک — غرق عالم ہوا گذرا سر افلاک سے آب

خواب غفلت مین مُندی جاتی ہین آنکھین ساقی — بخشے ہوش فزا جام طربناک سے آب

غم نہین ہو گیا جو آتش غم سے دل خاک
ملتی ای عیش ہر اک کشتہ کو ہو خاک سے آب

۳۳ اک مری ننھی سی جان پر ہین جو یہ جھگڑے سب — کیا مری ہستی ہی مین کون ہون میرے یارب

گرمی آہ سے میری تو پسیجین پتھر — یہ دل سخت ترا موم نہو ہاے غضب

کتنے پھیلاے ہین پانون ادھر ہی کیا میری بلا — آ گیا تنگ بجان وسعت خواہش کے سبب

لوٹی آزادی مجھے بندۂ بے دام کیا — انھین جو روتے جو ہین حرص وطمع عجب وغضب

قسم ایمان کی بٹھایا ہی دھرم کا سکہ — نقش ہر دل ہی محبت تری ای عالی لقب

ہی سیہ رُخ سیہ کار کو شب کے مانند — روز روشن مین سیاہی ہی ندامت کے سبب

کیا طوفان بپا آنکھ اسے کیا نکلے اشک — نہین بچون کو بزرگون کا رہا پاس ادب

عیش دنیا سے نہو عیش منغص تیرا
خاک ڈال اسپہ کہ ہی ترک ہی اسکا انسب

۳۴ تو بھی بیٹا ہی غضب کا ارے غماز غضب — یاد ہین جسکو ورانداز ی کے انداز غضب

یون ہی بے سپر کی اڑاتا ہی ترا حوصلہ — مرغ دل تیرے خیالات کا پرواز غضب
جانبہ کھیلے ہی ترے جور و ستم سہتا ہی — تو بنا ہی کوئی ترا عاشق جانباز غضب
کیا چلے چال کوئی تجھسے عروس دنیا — تیری رفتار قیامت ہی ترا ناز غضب
جان غضب مین ہی مری شعلہ فشانی سے بلا — ایسی خواہش کو لگے آگ کہ ہی آز غضب
جی جلا دیتی ہی ڈی خشم کا ہی آتش خشم — کیون بد انجام ہو جبکا یہ آغاز غضب

عیش کیون نعل در آتش ہوا ہی توسن نفس
ہائے عجب تیری شرارت کا تگ و تاز غضب

۳۵

عیب بین تو ہوا ہوا یہ عیب — تو نے سمجھا ہنر ہی کیا یہ عیب
ہو گئی بد بو سے فاش میخواری — نہ چھپانے سے بھی چھپا یہ عیب
کیون تنزل پہ ہی ہنر تیرا — نہ کرے غور کیون بڑھا یہ عیب
کی معائب پہ نفس کی نہ نظر — چشم پوشی جو کی کھلا یہ عیب
نہ کیا زیر نفس امارہ — اسلیے غالب آگیا یہ عیب
نہ بگاڑا بڑی طرح کسکو — یار کسکا بھلا بنا یہ عیب
نہ خودی سے خدا کو جانا ایک — ہوا خود بین - دوسرا یہ عیب

قرب ہر لوث سے ہو صاف و بری
عیش سے دور ہی رہا یہ عیب

ردیف بای فارسی

۳۶

خدا کیواسطے اپنی خودی خدا کو سونپ — غرور و کبر بھی جو کچھ ہو کبریا کو سونپ
غرض جگر سے تجھے ہو نہ دل سے ہو مطلب — نہ کام جان سے رکھ۔ تیر دلربا کو سونپ
نہ کام آئینگی ناکام کوششین تیری — جو کچھ ہون کام ترے کاتب قضا کو سونپ

نہ دخل مرضی خدا دے نہ خودپسندی کر امورِ ہر دو جہان یار کی رضا کو سونپ
تمام چیزین ہین فانی سراسر فانی ہین تو ذی بقا ہو یہان دل شہ دے فنا کو سونپ
خیال اپنے کہ جسنے نمود ہستی ہے ہٹا کے دل سے یہ کل ماسوا فنا کو سونپ
کسی خیال کی باقی رہے نہ دل مین جا پھر اپنا دل بھی فنا کرکے ذی بقا کو سونپ
ہو گو کہ دعوے تو نگر کو فیض بخشی کا نہ مدعی کو کبھی دلکے مدعا کو سونپ

جو بیڑا پار کرے بحرِ غم سے بہر خدا
جہاز زیست کا اے عیش ناخدا کو سونپ

حشر برپا کریگا کیسا چپ نہین دیوانہ رہ سکیگا چپ
ہان نہین ہین نہان زبان زبان ظاہرا ہی مفید رہنا چپ
دل نالان کا کب ہو نالہ بند شورِ محشر نہ ہو سکیگا چپ
ق
سترہ کی نہ بات پوچھیگا بند لب ہین زبان گویا چپ
گویا گونگا گرا ہی جسنے پیا شربت معرفت - وہ دیکھا چپ
یون سنی ان سنی نہ کر بیہوش کہنی ان کہنی کیون ہے سُننا چپ
چاہیے ہین رہینگے کیون نکلے ایک ساعت بھی اہل دنیا چپ
قائل ہے خامشی کے کیا کہیے عجز سے ہے زبان گویا چپ
لاف زن سیکڑون ہین زور آور سب پہ ور ہوگا ایک تنہا چپ
ڈر ہے گلگیر کا زبان نہ نکال شمع خاموش سب سے اچھا چپ
یا وہ گو چپ ہو شہر خاموشان دیکھ کیسا ہر ایک سویا چپ

چلکے دنیا سے چپ چاپ تے عیش
گوشۂ عافیت مین رہنا چپ

خیال دل سے بنایا ہو تو نے وہمی سانپ وگرنہ ہو نہین سکتی کبھی بھی رسّی سانپ

نہ ڈر خدا کے لیے وہم کا نہ مار ا مر
نہ ڈر ہو غور سے آ دیکھ ہی نہ اصلی سانپ

نہ من کو مارا جو کین پوری خواہشین سکی
تو نفس ہو کے قوی بن گیا ہی افعی سانپ

جہان کے کام جو ہین مثل زلف پیچ پیچ
مثال مو نہ الجھا رہے ہین یہ زہری سانپ

بہت ہی ڈرتا ہی زاہد شرار دوزخ سے
جہنمی کو یہین ڈس رہے ہین ناری سانپ

نکی ہین خواہشین مثل بلا سے بے درمان
بلا سے موت کو لپٹے ہین اپنی مرضی سانپ

نزع مین کاٹتی ہی ایک ایک رگ تن کو
ہر ایک خواہش دل کی بشکل موذی سانپ

ہوے ہین وہم سے ہر دو جہان نافہما
دکھائی خواب مین دیتے ہین یہ خیالی سانپ

لیے ہین خود ہی غم و درد و رنج سے ہمنے فرض
نہ عیش فکر ہی انکا کہ ہین یہ فرضی سانپ

۳۴

نہ اپنا دل ہی فقط یار دلستان کو سونپ
کل اختیار تن و جان جان جان کو سونپ

گیا ہی ہاتھ سے بے اختیار دل میرا
کل اختیار بدن مالک جہان کو سونپ

گئی بہار جوانی تو اب ضعیفی مین
بہار جانی کدھر ہی چمن خزان کو سونپ

ق

ہین اپنے جسم کے ترے فعل تیر کے مانند
ہی چھوڑا ایک تو دو رکھے ہین کمان کو سونپ

جلا دے آتش دل سے یہ کمان و دونون
جلا نہ انکو نہ اس جسم ناتوان کو سونپ

زبان سنبھال کہ تا گل نہو چراغ حیات
مثال شمع نہ گلگیر کو زبان کو سونپ

بگڑ کے بدلا بدی کا نہ لینا دشمن سے
جو تجھسے نیکی بنے یار مہربان کو سونپ

برائے نام ہین نام و نشان فرضی عیش
جو اسم و جسم ہین سب بے نام و بے نشان کو سونپ

۳۵

مضمحل ہوتا ہی کیون جسم یہان آپ سے آپ
چلے جاتے ہین کہان تاب و توان اپنے آپ

نہین مٹ سکتے کشاکش مین خودی کے بےخود
جانب دار انا الحق ہی کشان آپ سے آپ

کیون نہ خود رفتہ ہون کیون نہ چکا ہوش و حواس
کسکی آمد ہی مین جاتا ہون کہان آپ سے آپ

کچھ تو ہی بات کہ سُن کھینچی ہی سوسو سُنکر — سرمہ در حلق جو سوسن ہی ہہان آپ سے آپ
مستی آلودہ لبون کا ہی کسی کے یہ سحر — ورنہ ممکن نہین ہو بند زبان آپ سے آپ
آتش عشق نے لاریب جلا یا دل کو — ورنہ کیون سینہ سے اُٹھتا ہی دھوان آپ سے آپ

تیر غم کا ہی کیا ہاے ہدف کسنے عیش
بے طرح آج یہ کیون دل ہی طپان آپ سے آپ

ردیف تاے مثناۃ فوقانیہ

چاہ غبغب کی جو ہوئی چاہت
چاہیے چاہ کی نہین چاہت
ہی غضب گر غضب ہو یا شہوت
طمع حرص و ہوس ہین خالی لفظ
ہوئی نیکی کو بھی نہ نیک خودی
مارے ہی خوف زلف شام و سحر
کذب ہی اُسکے قد کو کہنا سرو
کیا بڑھا تو ترے گناہ بڑھے
تف ہی زورون پہ نوجوانی کے
حرص طفلانہ ہی جو پیری مین
ہی یہ ظاہر ثبوت باطن کا
اہل دنیا نہ دون کی لو تم

کیا کنوین مین گروگے دل حضرت
ڈالے کنوین مین باولی عادت
نیک رکھتے نہین ہین بد صحبت
اِنسے حاصل ہو کیا بجز حسرت
ہی بھلے آدمی یہ بد سیرت
اپنے اعمال کی ہی یہ شامت
راست یہ راستی کی ہی ذلت
گھٹتی جاتی ہی عمر ہر ساعت
خواہشون نے جو سلب کی طاقت
خاک بے پیر تیری ہی عزت
ظاہری فعل ہین بہر صورت
سنبھلو دنیا سے دون ہی دون ہمت

غم دنیا نہین تو پھر کیا غم
عیش تیرے لیے ہین سب عشرت

۱۲۲ حیرت ہی جرأت تیری کھل جائے طبیعت — گر جو ہر ناظرین جگہ پاسے طبیعت
گر دیکھے رخ پردہ نشین دیدۂ دل سے — ہر اہل طبیعت کی بھی شرماسے طبیعت
دل ہی تو ہی بس یہ نہین قابو کا کسی کے — بس کس کا کسی پر اگر آجاسے طبیعت
پہلے ہی دہلنے لگا جی خوف کے مارے — کیون پیچ سے زلفون کے نہ بل کھاسے طبیعت
گو قید دنیا کے ہون چپلے ہین سو جال — دانا ہی وہی جو نہین الجھاسے طبیعت
واعظ نہ پرستش ہی بتون کی ہی حرام — حق یہ ہی کہین تو کوئی بہلاسے طبیعت
کیا دل ہی جو پروانہ کسی شمع کی نہ رکھے — جو موم سے بھی نرم ہو کم والے طبیعت

کہتا ہی غضب جلتا ہی ذی حشم کا ہی دل
کیون عیش کے غصہ پہ نہ جھنجھلاسے طبیعت

۱۲۳ یہ آئینہ کہتا ہی حیرت ہی حیرت — کہ منھ دیکھے کی رہ گئی ہی محبت
ہمارا ہی افسانہ کیا کم کسی سے — کہین غیر کی جو کسی سے حکایت
خدا کی ہی رحمت جو سب پر مساوی — تمہاری بھی سب پر ہی یکسان عنایت
تمنا فقط ہی نگاہ کرم کی — یہ ہو وہ بھی گر گاہ کی ہی کفایت
پرستش ہی آیا جائیگا خالی — یہ اسکی نہایت وہ اسکی ہدایت
کری مشق دنیا کے کامون کی اتنی — دوئی کر گئی آب و گل مین سرایت
خیالات فاسد سے دل اپنا روکو — جو عاقل ہو کافی ہی اتنی ہدایت

ملا دائمی عیش اے عیش مجھکو
غم دنیوی کی ہوئی جب نہایت

۱۲۴ کیون ہون خاموش نہ کچھ پوچھیے دل کی حالت — کیا کہون مین نہین گویائی کی گویا طاقت
فاحشہ ہی زن دنیا نہین قربت اچھی — نیکمردون کو نہین نیک ہی بد کی صحبت
دل واحد سے خیالات ہین صدہا الا — فرض ہی کثرت فرضی کو سمجھنا وحدت

لاکھون قطرون سے بنا ایک ہی دریا دیکھا … کی ہو توحید نے کثرت کی بہا تا تک قلت
بحر قطرون سے بنا کیون نہین قطرے دریا … دریا دریا ہو ہر اک قطرہ کی آب و عزت
ہمنے جب موندے آنکھون کو دوئی کی دیکھا … چشم باطن ہوئی وا یار کی دیکھی صورت

تنگدل عیش ہو کیون اُسکو نہین کوئی غم
ہین مساوات اُسے دونون ہی عشرت عسرت

۴۵
نہین سچے دل سے جو صدق ارادت … تو مقبول کیا ہو گی جھوٹی عبادت
گلہ غیر سے ہو نہ ہمکو شکایت … کہ ہو حضرت دل کی ہمپر عنایت
گذرتی ہے جو مجھپہ تو یہ اسلیے … خدا جانتا ہے مرے دل کی حالت
پشیمان ہون نادم ہون شام و سحر مین … کہ اپنے ہی اعمال کی ہے یہ شامت
ق
لباس دوئی سے معرا تھے گر … ہوئی کس لیے اپنی عریان ولادت
تھے معصوم پہنا یا جامہ دوئی کا … یہ دنیا نے ہمپر بڑی کی عنایت
جواب دوست دشمن کو پہچانا جانا … عنایت نہین سخت کی ہے عداوت

جو سمجھا ہے اے عیش دنیا کو فانی
رہی دل مین باقی نہ نفرت نہ رغبت

۴۶
نقش دل ہو نگار کی صورت … دل کی صورت ہو یار کی صورت
گر خزان مین بھی ہو خیال بہار … تب خزان ہو بہار کی صورت
گر نہو رونق گل بے خار … باغ ہستی ہو خار کی صورت
ق
تو نے دیکھی ہین عندلیب یہان … ایک گل کیا ہزار کی صورت
کیون ہین پھر تیرے نالے خونین … کیون نہین ہے قرار کی صورت
خود تیرے پاس ہے دل پُر داغ … گل دائم بہار کی صورت
دیکھے اُسکو جو جمع خاطر سے … تب مٹے انتشار کی صورت

ہو اگر دوست جسم جان عزیز / نہین اُنکے پیار کی صورت

حیف آخر کو رنج افزا ہی / جام راحت خمار کی صورت

نفس نے کر دیا نکما عیش / دیکھ مست نابکار کی صورت

ردیف تائے ہندی

دو دل کو میرے طفل تسلی نہ جھوٹ موٹ / وعدون مین آپ کے ہو سچائی پہ جھوٹ جھوٹ

چھوڑا کسی کے پاس بھی تمنے نہ نقد دل / کتنے خزانہ بھر لیگا اسطرح لوٹ لوٹ

آئینہ دل کو میرے کسی دن تو دیکھیے / رکھی رکھائی چیز بھی جاتی ہی ٹوٹ پھوٹ

نام خدا وہ شوخ ہوا ایذ دہنے رو خلق / شوخی بھری ہی جسکی طبیعت مین کوٹ کوٹ

جانے سے دل کے بن گئے دُر یتیم تم / اطفال اشک کسلیے روتے ہو پھوٹ پھوٹ

اے عیش کیا غضب ہی نہ کوئی ستم سہے / ہر پھر کے روز چرخ گرے مجھپہ لوٹ لوٹ

تیغ قاتل کسی نہ سر کو کاٹ / کر یہ نیکی بشر کے شر کو کاٹ

ابھی باقی ہی حسرت دیدار / التجا ہی نہ چشم تر کو کاٹ

میلو جی گھٹتا ہی ہنو گی بسر / نہ قفس مین مری عمر کو کاٹ

میرے اُڑنے کا ڈر ہی گر صیاد / ذبح کر یا کہ بال و پر کو کاٹ

نخل امید دیگا پھل تجھکو / نہ غرض مند کے شجر کو کاٹ

ہی جو پُر خار خواہشون کا درخت / اُسکی ہر شاخ خشک و تر کو کاٹ

کوئی تازہ نہ گل کھلے گلچین / گل نہ لے مت مرے جگر کو کاٹ

تو مسافر ہی رہ گذر دنیا / جسطرح گذرے اِس سفر کو کاٹ

اسکا اُڑنا وبال جان ہی عیش
طائر دل کے بال وپر کو کاٹ

۴۹

پایا ہر ایک سے ہمنے جھوٹا ٹھاٹ | سچ ہی دنیا سے کیون نہ دل ہو اچاٹ
خاکیون کا سواے خاک وزمین | نہین بستر کوئی نہ کوئی گھاٹ
ہان کہنا زبان تیغ صنم | تلخ ہو کر نہ بات میری کاٹ
تجھکو شیرینی کا ہی گر چسکا | میرے خون دل وجگر کو چاٹ
نہ بچا کوئی گو تھا دھنا سیٹھ | کسکا اسراف نے نہ اُلٹا ٹاٹ
نہین تسکین دل کا راہ کوئی | تو ہی خود خواہشون سے بارہ باٹ
ناخداے زمانے تجھ بدا | نیک و بد ایک ہی اُتارے گھاٹ

نہ کرے غرق بحر حرص ای عیش
چشمۂ خواہشات کو دے ڈاٹ

ردیف ثاے مثلثہ

۵۰

مانا اگرچہ رزق کی تدبیر ہے عبث | کم ہمتی سے تکیۂ تقدیر ہے عبث
بدنامی نیکنامی ہی وابستہ آپ سے | پیر حرم عشق مین مری تشہیر ہے عبث
ہوگا شمع کا فروغ ہی چراغ حیات گل | دہان شب پہ جو رہے گلگیر ہی عبث
کیا وقت ہی چراغ سحر آب فروغ کا | حرص شباب شیب مین بے پیر ہی عبث
کیا چل رہی زبان ہے بدگو عدو کی جان | بے ذکر دوست ساری یہ تقریر ہی عبث
بیدل نہ دل جو داد ثہ وران ہو گیا تو | ورمن گرفتہ کسکا ہے دلگیر ہی عبث

پیلا بنا ہی خاک سے آخر کو خاک ہے
خاکی کو عیش خواہش توقیر ہے عبث

پابندی معرفت

کاکل سے زلف پر بھی ہو ابتلا عبث
کیون سر پہ مفت لی ہی بلا پر بلا عبث

ہی تیری ذات الطف واقدس تمیز کر
ناپاک جسم اپنے کو مانا ہی کیا عبث

پیوندگی ہی تو عقدہ کھلیگا کیون
دل بستگی امور جہان سے دلا عبث

کیا رنج اور راحت دنیا کا ہی خیال
نا راست خواب کا ہی تصور کیا عبث

ہی ہیچ اسے رتبہ دنیا سوا نہ کم
نادان ہی تجھکو اس سے امید وفا عبث

دشمن بھی تجھکو دوست زیادہ ہی دوست سے
پھر مدعی عناد کا ہی مدعا عبث

مست بے نیازی چھوڑ نہین دل لگی خوب
دل مار خواہشات سے دل مت لگا عبث

پروانہ جان نثاری کو تیری ہی کیا فروغ
افسوس اس لگن سے شمع پر جلا عبث

کیا سود فانی حرص سے پایا بجز زیان
افکار سے دل اپنا گھٹایا کیا عبث

ای عشق یان کسی کو بلا غیر غم ہی کیا
دل بستگی جہان سے ہی پر بلا عبث

بیت

واعظ تمام تیری یہ تقریر ہی عبث
جب تک نہ ذکر یار ہو تقریر ہی عبث
تدبیر کوئی متحمل ہو تو تقدیر ہی عبث

تقسیم دانہ دانہ کی واضع کل سے کی
وہ جہان افسیت نہ جسمین ہو تحریر ہی عبث

وہ جذب سے دل نہ آیا اگر زندگی مین وہ
نادان رزق کے لیے تدبیر ہی عبث

اہل زمین کی چرخ نہ مٹی پلید کر
پھر بعد مرگ تیری یہ تاثیر ہی عبث

کس زعم مین ہی نفس کے کہنے کو مان کر
خود مل رہے ہین خاک مین تحقیر ہی عبث

ہر فعل اپنے ہاتھون ہی اپنا کیا قبول
نفسانیت تری دل سے بے پیر ہی عبث
دیوانے ڈالی پانوکن مین زنجیر ہو عبث

اے ڈال دل کو زیر ہی کیا استخارہ کیا
ای عشق کار خیر مین تاخیر ہی عبث

کیون دلا تو خفا ہی کیا باعث
ہمسے ہر دم جدا ہی کیا باعث

کیون جلاتا ہی جی کو شمع صفت | کیون ترا دل بجھا ہی کیا باعث
ہی سریع الزوال فانی جسم | اسپہ کیون مر رہا ہی کیا باعث
تو جو ہی پاک لوث دنیا سے | پاسے در گل ہوا ہی کیا باعث
کیا کمی تجھ مین خود غنی ہو کر | خواہش اور التجا ہی کیا باعث
دام لذات دنیوی مین تو | دانا ہو کر پھنسا ہی کیا باعث

تو ہی آزاد و پاک دنیا کا
عیش کیون غم کیا ہی کیا باعث

ردیف جیم عربی

۵۴
کسی طرح سے نہ ہووے ترا گدا محتاج | غنی ہو خود نہ کسی کا ہوا ہی خدا محتاج
جو دست و پا دیے تجنے تو کب ہو احتاج | کسی کا دست نگر کیون ہو آپ کا محتاج
فریفتہ ہون خط و خال پر نہ دنیا کے | کسی کی زلف کی ہووے مری بلا محتاج
کچھ ایسی آپڑی حاجت کہ بجز دنیا مین | ہی ایک دوسرے کا غیر و آشنا محتاج
نہ ہووے خواہش نہ آرزو کوئی | یہ التجا ہی کسی کا نہون دلا محتاج
سپاس و حمد رہے ہم دلیر و مستغنی | ہمارے دل کا ہوا خود ہی دلربا محتاج
لگائے لات ہین دنیا کو ہم نہ دینگے جان | نہ ہاتھ جوڑینگے تیرے نہین فنا محتاج
ہوا ہوس سے یہ کہدو کہ اب ہوا کہان | ہوس ہی جسکو نہ تن کی وہ کب ہوا محتاج

اگر جہان ہی فانی فنا ہو کیا غم عیش
اگہ فانیون کا نہین کچھ بھی ذی بقا محتاج

۵۵
یہ طرح دیکھے ہی کچھ رنگ چمن باغ مین آج | شعلۂ عشق سے بھڑکا مرا تن باغ مین آج
کیا ٹھکانا ہی گل عمر کا کل یہ بھی نہو | دوش پر ہم لیے پھرتے ہین کفن باغ مین آج

مار زلفون نے لیا پیچ مین لا کر مرا دل
جی کے اُلجھا وسے لگتا نہین من باغ مین آج

کونسا سوختہ دل گرم فغان ہی یارب
کہ جلے جاتے ہین گلہاے چمن باغ مین آج

دیکھکر اُسکا دہن کھا لی ہاہی منہہ کی شاید
واجو غنچے نہین کرتے ہین دہن باغمین آج

وقت گلگشت کسی پھول پہ ٹھہری نہ نظر
آیا جو یاد مجھے سیم بدن باغ مین آج

گل کی ہی بات کہ تھی موسم گل اور بہار
اب نظر پڑتے ہین یان زاغ و زغن باغمین آج

ابتو ہی موسم گل دیکھیے کل پھر کیا ہو
خوش نصیبی ہی جو ہو مرگ وطن باغ مین آج

قید مین تیری مجھے خاک ملیگا جی کر
کر دے صیاد نہین مجھکو دفن باغ مین آج

گل کھلایا ہی یہ کسنے یہان لا کر مجھکو
کہ سلگ اُٹھے ہین پھر داغ کہن باغ مین آج

ابر ہو آمد بارش ہی ہوا سرد ہی عیش
لطف تب ہی کہ جو ہو شعر و سخن باغ مین آج

کیسی دریا کی ہم سفر ہی موج
راہ خود خود ہی راہبر ہی موج

کیون نہو بیخودی مین غرق
اپنی ہستی سے بیخبر ہی موج

کیا ہی سالک کو خضر کی پروا
نہین محتاج راہبر ہی موج

ہی وطن مین بھی اور سفر مین بھی
اک تماشا ہی طرفہ تر ہی موج

کبھی اپنی خودی کو کر کے دور
شکل دریا کے جوش پر ہی موج

بنتی مٹتی ہی گہ حباب کی شکل
کبھی گرداب پُر خطر ہی موج

موج دریا سے کب جدا ہی عیش
بلکہ دریا ہی خاص کر ہی موج

ہی تجلیات دل سراسر موج
جگر دل کی نہ کیون ہو مضطر موج

روح ہی آب نفس ہی گرداب
جگر تن مین ہی دل مضطر موج

روح ہی آب جسکا آب و تاب
دل پُر جوش مین ہی مگر موج

قطرہ قطرہ ہی آب کا دریا — بحر ہی آب پیکر موج
شاہ سے فوج فوج سے ہی شاہ — بحر ہی بادشاہ لشکر موج
کھینچ دل کے خیال دل مین گُل — ٹھہرے دریا جو ہووے ابتر موج

عیش بے غم ہی اور دریا دل
موج اسکی نہ اٹھے کیونکر موج

ردیف جیم فارسی

۵۸

لامکان کیا جسکے سب آثار ہیچ — کیا مکان جسکے در و دیوار ہیچ
ہوش کر بدمست آشنا تو نہو — تیری ہستی ہی بد کردار ہیچ
ہیچ خم ہی ہیچ بادہ ہیچ جام — میکدہ کیا ہیچ ہی میخوار ہیچ
کارخانہ کیا جو ہووے بے ثبات — ہین جہان کے سارے کاروبار ہیچ
کیا خریدون تجھکو سودا تو نہین — جنس ہی فانی نہین بازار ہیچ
دوست کسکے یار یہ عیار ہین — بخت گر یاری نہ دے سب یار ہیچ
ہیچ پر ٹھہرا جب دار و مدار — ہیچ دنیا سارے دنیا دار ہیچ
ہیچ خامہ ہیچ کاغذ اور مداد — واہ و بیچے کیا لکھون اشعار ہیچ
پردہ پوشی کر سمجھکر ہیچ جرم — جسکا بانی تن ہوا ستار ہیچ

ہیچ ہی غم غم کا کیا غم عیش کو
تیری غمخواری دل غمخوار ہیچ

۵۹

جھوٹ کیا آئین ہی نہ دنیا سچ — ہمنے سچ مچ ہی کچھ نہ دیکھا سچ
غور سے کر خیال نظر خیال — خواب باطل کو کسنے مانا سچ
جھوٹا دمباز ہی شریر نفس — مانا دل نہ اسکا کہنا سچ

نقش بر آب ہیں یہ نقش و نگار — نہیں کوئی یہاں کا نقشا سچ
جسم فانی کا کیا بناؤ سنگار — ہے یہ روز ازل کا جگڑا سچ
نہیں ممکن کبھی فروغ دروغ — ہو سکیگا کبھی نہ جھوٹ کا سچ
تیرے ہی شعبدے ہیں سب اے دل — کیسی غلطی ہے انکو سمجھا سچ

سچ ہے جھوٹا ہے کارخانہ کل
عشق کچھ بھی یہاں نہ پایا سچ

۲۶

ہے تکبر نے بھری دی آنکھ میچ — سو سمجھتی ہی کچھ نہیں اونچ نیچ
نیچا دکھلائیگی یہ اونچی نظر — دیکھنا لازم ہے تجھکو اونچ نیچ
حیا دے کی عقل ہے یہی باولی — گر نہ سمجھی عقل سے چاہ حرص اینچ
کاشت خود تجھسے بد فعلی کیا — اسکا پھل پائیگا مت رو ہو کے کھینچ

بیچنا دنیا سے ہو وا ہو ہیچ
عشق یاں ہے معصیت کا اینچ پینچ

۲۷

دنیا ہے رہے ہیں تری زلف دوتا کے پیچ — ہیں بال بال جان کے وبال اور بلا کے پیچ
کیسا ترا نفس ہے کھیلا یہ سب سے داؤ — افعال بد کرا کے ہیں کیا کیا بتا کے پیچ
مارا ہے کیسے داؤ سے پھیلا کے دام زلف — دل کو لیا لپیٹ غضب کے دکھا کے پیچ
ہر بند بند سر یہ لیا تار کون نے کیا — بگڑے ہی سکے پیچ ہیں تری عقل سا کے پیچ
کیسے جوان مارے ہیں کس داؤ گھات سے — بے پیر چرخ تیرے ہیں سٹھے بید عا کے پیچ
کیا پیچ و خم ہیں یاد ترے او خمیدہ پشت — کھیلے ہے چرخ سیدھوں سے بھی تو جفا کے پیچ

نیکوں کو کیا بدوں سے نکوئی کر عشق یہ
بگڑیں نہ ہر آن کوئی نہ کوئی بنا کے پیچ

ردیف حائے حطی

۷۲

تڑپے ہی ہوا رہے درد کے نخچیر کی طرح
تو نے کیا اُسے ہدف تیر کی طرح

بیدل ہوں کیا کہوں کہ ہوں دلگیر کی طرح
دل اُڑ گیا کسی کا لگا تیر کی طرح

عالم دلا رہا ہے خجالت پا ہی تشہیر
اعمال کی سزا سے ہوئی تشہیر کی طرح

پابند جو نتیجہ افعال کا ہوا
دیوانے ڈالی پاؤں میں زنجیر کی طرح

ہو پایمال و خاک میں پابند حرص
دست زمانہ سے ہوئی تقصیر کی طرح

بدفعلوں کی سزا ہے جو سرکش ہوا ہے نفس
بیشک۔ گر پڑی مجھے تقدیر کی طرح

سر اُڑ رہے ہیں اہل دوئی اور دوئی کے
وحدانیت کی کھنچی ہے شمشیر کی طرح

کیا تیری آنکھ مجھ سے پھری پھر گیا فلک
گردش میں آگئی مری تقدیر کی طرح

دنیا پہ جان دیتا ہے ذلت میں سب پسند
الفت کی دل پہ ہو گئی تاثیر کی طرح

شکل جہان جہان کو کیا خواب میں خیال
سمجھا بھی حشمت اسکی ہے تعبیر کی طرح

۷۳

دل بھی ستم ہے کر دیا مجبور ہر طرح
پابند ہوں سے اسکے ہوں معذور ہر طرح

مٹھی کھلی بند پیدا ہوا جب۔ نہ کھول اب
دنیا کے سامنے کہ ہو معذور ہر طرح

ہیں دست بستہ کہتا ہوں دنیا کو مار لات
تو خود غنی ہے تجھکو ہے منظور ہر طرح

سچ خواب کو خیال نہ کر جاگ بدگمان
دنیا ہے ساری وہم سے معمور ہر طرح

یہ ہے خودی سمائی خودی سے نکل گیا
لیتا ہے بل کی اکڑ اہے مغرور ہر طرح

غافل نہیں ہیں دولت دنیا کے نشہ میں
ہم جام معرفت کے ہیں مخمور ہر طرح

فرضی ہیں حاقتات غلط واقعات خواب
کیا فکر رہنا چاہیے مسرور ہر طرح

ظاہر ہے یہ وہ حاضر و ناظر ہے ہر جگہ
لیکن ہے کور دل سے تو مستور ہر طرح

کیا پاس غم کا عیش مجسم ہے تعیش تو
آسکے نہ پاس رہے دور ہر طرح

زندہ جاوید ہو جو دل کا ذبیح
مانوں اعجاز سے ترا رشک مسیح

ہو نمکپاش دل کے زخموں پہ
وہ جو دلاسا تمہارا حسن ملیح

دین و دنیا میں رسوا ہی ہو
یہ قباحت ہے ہو جو فعل قبیح

چہرۂ دل پہ یوں حجاب دوئی
نہیں پوشیدہ ہے یہ ظلم صریح

ق
جان من خواب خوش کی خوش شکلیں
ہیں غلط یہ نہ جان جان صحیح

تو مقصر رہا مفسر ہی
کیا ہوا گر ہوا بلیغ و فصیح

خود ہی عامل نہیں اگر واعظ
پند تیرے ہیں باعث تفضیح

ہیں دہر کی ہوا سے عیش
غم فزا ہے نہ باعث تفریح

کیا خواب خوش سے مجھے نظر آیا صبح صبح
ساقی کو ہم صبوحی سے دیکھا صبح صبح

جاگے نصیب آنکھ کھلی آب معرفت
مجھ پر جو مہربانی سے چہرہ کا صبح صبح

تاریکی شب کی دور ہوئی نور چھا گیا
خورشید نے یہ جلوہ دکھایا صبح صبح

گذری شب جوانی تو عصیاں کی نیند میں
خوابیدہ بخت کس لیے سویا صبح صبح

ق
کیسے بہار سا دن ہوگا اے فراق
منحوس شکل اپنی نہ دکھلا صبح صبح

آفات شب سے کس نے بچایا خبر بھی ہے
کس نے بجز دن یہ دکھایا صبح صبح

تو مست خواب خوش وہ نگہبان رہا ترا
واجب ہے اسکا شکر بجا لا صبح صبح

بیدار کس ہوئے نہیں وقت خواب کا
منزل سے رہ گیا جو نہ جاگا صبح صبح

ردیف خاے معجمہ

ذرے خورشید رخ کا دیکھا رخ
اختر بخت کا بھی چمکا رخ

دیکھنا چاہا تو نے انکا رخ
دیکھوں خورشید میں بھی تیرا رخ

عالم تیرگی ہی عالم مین
رشک خورشید کیوں چھپایا رخ

نہ کیا رخ ادھر زمانہ پھرا
مجھسے کیا ماہرو نے پھیرا رخ

کیا لبھا تا کسی کا دل ہی یہ چ
دوزخی ہر یہ کیوں تمھارا رخ

کسکا منھ ہو کہ منھ لگے رخ سے
چومون خامہ کا منھ کہ لکھا رخ

عیش ہر وقت چون گل خورشید
یار کے رخ کے رخ ہو دل کا رخ

کھوئے دنیا مین بال و پر گستاخ
مرغ دل حوصلہ تیرا یہ فراخ

خاک انکی سمجھ جو کہتے ہین
لامکان مین ہو بے نشان کا کاخ

تونے غربال کی جو حرص سبوس
ہو اچلنی جگر پڑے سوراخ

تنگ چشمی سے ہو جگر چلنی
کہتا غربال ہو ہر اک سوراخ

تجھسے پیدا جہان و اہل جہان
اصل ہو بیخ تو یہ تیری شاخ

تیرے ابرو کو رشک آہو چشم
عیب ہی گر کہوں ہرن کی شاخ

مشک نافہ جو نافہ کو کہیے
نہ دماغ اسقدر نہ ہین گستاخ

ہین کہاں عیش شاعران فصیح
غالب و ذوق ناسخ و نساخ

بندہ جو خدمت مخدوم مین آیا گستاخ
آپ کا فضل و کرم ہو اسے لایا گستاخ

عفو تقصیر ہو تمنے ہی بگاڑا صاحب
ہے عنایت نے تمھاری ہی بنایا گستاخ

منھ تو دیکھو ن بے آئینہ تمھاری صورت
رو برو آئے تو یہ دیکھا دکھایا گستاخ

کر کے دل جوئیاں دل کو مرے تم نے دلار
حوصلہ یہ جو دلایا تو دل آیا گستاخ

آیا پروانہ جو پروا نہ کسی کی کر کے
خوب اچھا کیا اس شمع جلایا گستاخ

جیسے سایہ نہ کرم کا ہو تمھارے سر پر ہم
ساتھ یون رہ نہیں سکتا ہے یہ سایا گستاخ

خویش و بیگانہ پہ درکار منادی ہے نظر
چاہیے کوئی نہو اپنا پرایا گستاخ

گر کسی جیب میں آیا ہٹا یار دھتا
خود ہی پھر ہاں گیا من نہ منایا گستاخ

نفس پالنے ہی کو تھا عیش قریب قربت
خوب کی دور ڈپٹ دور ہٹایا گستاخ

۷۹
لو بھی اب ہو گیا دلا گستاخ
نفس کے ساتھ جا ملا گستاخ

نہیں اپنے کئے کا کوئی علاج
پھر سزا کا ہے کیا گلا گستاخ

پہلے کیا جو رکھ ہیں اب گلچین
اور تازہ نہ گل کھلا گستاخ

بے زبانوں پہ کر نہ اتنے ستم
بلبلوں کو نہ تلملا گستاخ

ڈر کہ تجھ پر فلک نہ ٹوٹ پڑے
آہ عاجز سے گر بلا گستاخ

ہووے ساقی معاف گستاخی
خود کیا تجھ نے مے پلا گستاخ

کجروی چھوڑ نفس سیدھا چل
عیش کو طیش مت دلا گستاخ

ردیف دال مہملہ

کہاں نہ جاہ فگن ہے وہ مہر فیض آسود
ہر ایک ذرہ کو لازم ہے میسر سجود

جہان سے گئے یہی حالت رہی اگر دل کی
طواف دیر و حرم سے انھیں ملا کیا سود

سفر سے روز کے تھک کر گرے ہیں ستے ہیں
نہ جانے کسطرح دیکھینگے منزل مقصود

ننگا کے بہت نکالا ہے سینہ سے جیسے | ملا نہ سونا تجھے و اسکے بخت خوابیدہ

یہ عقل گم ہے کہ ڈھونڈھے ہین دور دور اُسے
جو شاہ رگ سے بھی نزدیک عیش ہے موجود

ہو کس سے یہ نصیب کو دل سے بلا پسند | شامت کے مارے دل کو ہے زلف دوتا پسند
ہین ہی تو بانکین یہ تمھارے نہین فدا | ہر اہل دل کو ہے یہ تمھاری ادا پسند
دو چار شب تو کیا ہے یکشب ہمین سے | ناچار کی تھی ہمنے سینچی سرا پسند
ملتا ہون ہاتھ ہو گیا کیون خون آرزو | پامال غم ہون کیون ہوئی انکو فنا پسند
اکہین برا ہون برا ہون بہت برا | تمکو تو اک جہان نے کیا ہے بھلا پسند
تو یون سے جان من نہین خوب ایسی گفتگو | کیونکر کلام زشت تمھین آگیا پسند
کالملح فی الطعام ہو گو ہزل فی الکلام | لیکن ہو خوش طریقہ مین اتنا بھی ناپسند
ٹھکا کرینگے گرہی لیل و نہار مین | کیون مخمصات دنیا مین صبح و مسا پسند
تکیہ ہمارا عرش پہ ہے فرش کیا ضرور | ہے بے ریا زمین کا ہمین بوریا پسند

ہو رحمت خدا سے ترا بیڑا پار عیش
گر صدق دل سے عجز کا تو نا خدا پسند

مین ہی ہونگا جو نہین ہو ویگا کیا میرے بعد | جو نظر آتا ہے سب ہوگا فنا میرے بعد
ہر دو عالم مرے منظر ہین مین ناظر انکا | کہان ہونگے مری نظرون سے جدا میرے بعد
دیدہ میرے تماشا ہے جہان ہے ظاہر | ہوگا کیا جب مری نظرون سے چھپا میرے بعد
زلف دنیا مین گیا چھوٹ کے دل مجھکو | سیکڑون تجھپہ بلا پڑین بلا میرے بعد
ہو عرفان سے اگر مجھکو ہے نا کام رکھا | کون کام آئیگا پھر آپ ابھا میرے بعد
ادرج دل سے نہ مٹا مجھکو غضب ہے | کون اٹھائیگا ترے جور و جفا میرے بعد
سیکڑون حسرتین خون ہو گئین دل ہی سما | ہو ویگا اسطرح نیا حشر بپا میرے بعد

خون ہو جائیگا تو دیکھ نہ دست گلرنگ
رنگ اپنا نہ جما رنگ حنا میرے بعد

ہائے نیرنگی دوران یہ دکھاے نیا رنگ
رنگ قائم کرے وان دزد حنا میرے بعد

عیش کا دم ہی غنیمت دل نادان تجھکو
غم و آلام تجھے گھیرینگے آ میرے بعد

نہ خاکسارون کو سمجھیگا غبار دل سے حقیر نادان
کہ معینا ہین جو ابر رحمت ہین گو کہ ظاہر خاک آلود

عبادت و عبد کیسے پھر کیا محیط ہر جزو و کل ہی یکتا
تلاش کس کی کرون کہان جا جدا نہین مجھسے میرا معبود

حباب و امواج کیا ہین پاتے جدا نہین جیسے آب دریا
جو عین دریا ہین خشک لب ہین ہی تشنگی اُسکی محض بے سود

تجھے ہی ہمت کو توڑ چھوڑا ہی بحر ذخار جستجو کا
لگائین سو چاہ غم مین غوطے نہ ہاتھ آئیگا در مقصود

ہوئی جو گم اپنی عمر رفتہ سراغ جسکا نہین ہی چلتا
رہی یہ غفلت کہ ساتھ اُسکے ہوے ہین مفقود سارے مقصود

نہ گذری حالت کا ذکر لازم نہ فکر آیندہ ہی مناسب
مقام شکر و سپاس ایزد جو خوش گذر ہی بحال موجود

سفر وطن کا جو لازمی ہی خیال اسکا بھی ہی تجھے عیش
سرائے فانی مین ایک شب سے نہین زیادہ قیام موجود

ردیف دال ہندی

برا ہے مانو تو کہتا ہون مین نہ کرنا گھمنڈ
کسی بھی وقت کسی کو نہین ہے اچھا گھمنڈ

تیری یہ عرش و ماہی زمین تک گئے نہ پاؤن
مثال مہر فلک سر پہ ہو یہ تیرا گھمنڈ

تیری تو جاہ تھی جاہ و حشم کی کیا یہ ہوا
گرایا چاہ مین ذلت کی کیسا پایا گھمنڈ

نہ ناتوانون سے لو بل کی گر توانا ہو
یہ ڈھلتی پھرتی جوانی ہے اسپہ کیسا گھمنڈ

کہین نہ قہر الٰہی ہو نزا ہوا نازل
تمھین ہے زہر یہ اپنے غضب خدا کا گھمنڈ

فلک سے پھینکا زمین پر گرایا کیسا ملک
بنایا لعنتی کیا خوب کام آیا گھمنڈ

غم اور رنج کا واویلا اور رونا ہے
غرور کا یہ ثمرا پایا ہے جسپہ آیا گھمنڈ

نہ زور کا نہ جوانی نہ زر نہ علم کا عیش
غرض کبھی نہین اچھا کسی طرح کا گھمنڈ

کسی طرح نہین زیبا ہے ذی فنا کو گھمنڈ — مگر بجا ہے بقا پر ہو ذی بقا کو گھمنڈ
سنے کھلاسے ہین گل اسلیے ہوا اترا لی — جو آئی لف معنبر سے ہے صبا کو گھمنڈ
گرہ کشا ہی جو زلف امور دنیا کی — کرے تو کیا ہوا ۔ ہووے جری بلا کو گھمنڈ
عیان ہے گذری جو فرعون اور شیطان پر — نہین پسند کسی کا ہوا خدا کو گھمنڈ
جو دم قدم سے تمھارے زمین ہے نور آگین — تو کیون نہ مہر فلک سے ہو نقش پا کو گھمنڈ
یہ سادگی سے ہین کہتے کہ خود بین آئے دل — نہ دلربائی کا کچھ بھی ہے دلربا کو گھمنڈ

جہان فتح ہو اسے ٹے شکست پہ جو شکست
بہت ہے عیش تیرے نفس پُر دغا کو گھمنڈ

ردیف ذال معجمہ

ایسا ہی ہمکو شربت یاد خدا لذیذ — فانی کو جیسا پیاس مین آب بقا لذیذ
تلخی روزگار نے دل ترش کر دیا — جانا تھا جسنے ہی جہان کو بڑا لذیذ
اے شیرین مرگ تک رہا فرہاد تلخ کام — دی جان شیرین عشق تیرا کیا ہوا لذیذ
کیون منھ پھر آیا تیرا حلاوت ہے اسکی نہ — ٹپکائی رال دنیا پہ کیون سمجھا کیا لذیذ
چکھنی پڑیگی چاشنی مرگ بد ہے حرص — شہوات نفس بد کو ہے جانا کتنا لذیذ
کیا کام ہے شراب سے شربت سے کیا غرض — خون جگر ہے اپنا ہی ہمکو دلا لذیذ
اک دن مزا دکھائیگا الیم ذاب یان — کیا قند خواہشات تجھے ہو گیا لذیذ

پوچھو نہ بات تمکین تیری میٹھی بات
دنیا کے ہر مزے سے ہے ہمکو سوا لذیذ

میں نے حال دل پرخون کا جو لکھا کاغذ
سرخروئی سے بدر یار میں پہونچا کاغذ

سبز و چشم جگر پائے پری کی ہے چشم
چشم بد دور جو جاے عرے دل کا کاغذ

ولے قسمت نہ کسی کا ہو سواد دیدہ
ہووے جو میری سیہ بختی کا لکھا کاغذ

کسی جانباز کا جانان دل صدچاک ہے یہ
تجھنے جالی کا جسے کھیل میں جانا کاغذ

خون پروانہ کا پروانہ تھا روشن جون رنگ
شب جو فانوس میں شمع سے کوئی چمکا کاغذ

ہوگا کیا حشر مرا نامۂ اعمال ہے طول
حشر میں بھی جو نہ دیکھا گیا میرا کاغذ

کیون تن زار سے تم کرتے ہو پہلے پرسے
عیش کیا تم سے اے آپ نے سمجھا کاغذ

ردیف راے مہملہ

دار فانی میں بقا کا ہے بشر کیا اعتبار
سچ ہے جبکا فقط اک دم پہ ہے دار و مدار

ہاے مایوسی بشر کی وقت مرگ اے کردگار
دل میں رہ جاتی ہیں باقی آرزوئیں بیشمار

برق اور سیماب سے زیادہ ہے ہر دم بیقرار
کیا ہے ممکن چین لینے دے جو دل کا اضطرار

کس قیامت کا اثر ہے زہر مار نفس میں
جسکا کشتہ بعد مردن بھی رہا کرتا ہے خوار

واعظا خاطر جمع کیونکر ہو تیری پند سے
جبکہ ہر ساعت ترقی پر ہے دل کا انتشار

آیا دم تو آدمی ہے ورنہ ہے عدمی برملا
کہنا میرا مانو کس ہستی پہ نفس نابکار

لحظہ لحظہ رائگان کھوتے ہو گنج شایگان
رکھ سکے پاس وقت کیون بنتے نہیں ہوالدار

ساری شب غفلت میں گذری کس بلا کی ہے نیند
صبح پیری ہو گئی غافل ہو اب تو ہوشیار

چاہ کیا ظالم ہے کر دیتی ہے چاہ غم میں غرق
دین اور دنیا سے کھو دیتی ہے دنیا خواستگار

بیش از قیمت نہ بیش از وقت پایا ہے کوئی
اپنے اپنے وقت پر ہر کام کا ہے انحصار

آتش غصہ نہ بھڑکا ہو نہ مغلوب الغضب
اصل تیری خاک ہے خاکی بنا رہ خاکسار

شکر کر حاسد نہیں محسود عالم ہے جو عیش
تجھکو کیا غم دشمنون کا یار ہے گر دوستدار

۲

ہائے کیا گل یہ کھلا سیر چمن سے آخر
ہوا بلبل کو نکلنا ہی وطن سے آخر

کیا بھلا لائیگی خوش خواب نسیم سحری
باز رکھیگی مگر سیر چمن سے آخر

ہوگیا صید بلا زلف کے کجلی بن مین
فیل دل مارا گیا شیر فگن سے آخر

کاروان چلدیا تو رہ گیا تنہا سر رہ
چل کہ ہو کام تجھے بھی تو وطن سے آخر

کام آنے کی نہین حرص وہوائے ناکام
ہم کو اک دم مین ہوا ہوویگا تن سے آخر

صبح امید تری شام نہونے پائی
ہوگئے زیست کے دن رنج ومحن سے آخر

ہو سرشت ازلی عشق خط وخال - آدم
دیکھ وہ انکے لیے نکلے عدن سے آخر

تو وہی ہے چھوڑ انھین کام خدا سے ہے تجھے
ہونا ہوویگا جدا بچپنہ زن سے آخر

جاگ آخر ہوئی شب اور بجا کوس رحیل
چلنا دن بھر کا ہے کو سوون ہی کے جن آخر

اس کسکا ہے نہ بابا اپنے ٹھکانے سے غم
عیش کیا کام تجھے رنج ومحن سے آخر

دوست میرا نہ بنے دشمن دشمن بنکر
کام اس طور بگڑ جائے مرا بن بن کر

دل نہین صاف تو پھر دیر وحرم مین کیا ہے
نہین اب پاس ہے کیا لوگے جو مومن بنکر

ہائے حسرت کہ ہوئین حسرتین لاکھون ہی شہید
کربلا دل ہے تمناؤن کا مدفن بنکر

ہے کہان عہد شباب اور امنگین اسکی
کیسا بگڑا ہے بڑھاپے مین یہ جوبن بنکر

چشم ہے مجھکو کہ ہو تیر مژہ سے چلنی
دیکھے تجھکو ہمہ تن چشم مرا تن بنکر

جی جلاتا ہے پڑے بھاڑ مین یا چولھے مین
آتش خشم سے دل آگ ہے گلخن بنکر

آپ ہی آگ ہوا - آپ ہوا - پانی آپ
خود زمین پہ ہے چلا ریل کا انجن بنکر

زن وفرزند ہین بہتر پئے عیش وآرام
عیش یہ دین کو نہین چھوڑتے بہتر بنکر

ہے شب وصلت نہ جا تو مجھکو جانان چھوڑ کر
اس سے بہتر ہے چلا جائے جسم کو جان چھوڑ کر

کسطرح جائین تجھے ہم اے مری جان چھوڑکر — لوٹتی ہے جان ہی اک جسم ہے یان چھوڑکر

چلنا ہے ہستی سے آخر ساز و سامان چھوڑکر — رخت چلت خاک کا ندعین یان تن و جان چھوڑکر

پھر وہی طفلی ہے اسکو کچھ تو پاس درد بھی — حیف جاؤ اسطرح آنکھون کو گریان چھوڑکر

خون ہی ہووے مرا قاتل کف گل رنگ تیغ — گر کرے رنگ حنا خون شہیدان چھوڑکر

آیا ہے وحشت سے وحشی چھوڑکر باغ ارم — دشت کیسے جائے کہان پھر یہ بیابان چھوڑکر

چھوڑ دے صیاد ہان پر نوچ کر ہی چھوڑدے — مرینگے پر نہ جائینگے گلستان چھوڑکر

خواہش دیدار جانان ہو صفا قلبی سے تمکین
خواہش کو نہین چون آئینہ حیران چھوڑکر

دین و دنیا کا ہے اے جان جہان تجھ سے مدار — کیا بگاڑا ہمین کہ مین تجھپہ کرون جان نثار

خاکسارون سے نہ رکھ زاہد کچھ دل مین غبار — کہ جفا کیش جفا دل مین نہین ظاہر دار

خاکسارون کو حقیقت مین پیادہ نہ سمجھ — کیا خبر تجھکو کہ اس گرد مین ہے کوئی سوار

شہسوارون مین تو آج اپنی بھی گنتی کرلے — دیکھین فردا تری کس گنتی مین ہوتی ہے شمار

غور کر دل مین کہ کیا سمجھے رموز عرفان — سنکے کچھ دیر اگر دل مین کرے پھر نہ بچار

بکہ ستو بار جو جاسے نہ سک ہو عاصی — آئیگا ویسا ہی واپس خر عیسی سو بار

کیسے بے برگ و نوا کردئے گلشن افسوس — کہ پتہ کو نہین پتا ہوئے عریان اشجار

لوٹ لی بزم بہار اور کیئے گل گل کے چراغ — اے خزان تیرے عنادل پہ ہو جور ہزار

ہے ترے وہم سے تعمیر مکان عالم — تیری دانش کی ہی بارش سے یہ ہوگی مسمار

زیبا نہ اس سے کہ ظاہر مین بھلی باطن بد
تمکین دنیا سے کبھی دل نہ لگانا زنہار

کس کام کی حیات نہین گر فراغ عمر — ہے داغ داغ زیست تو گل ہے چراغ عمر

بجلی گرےگی پڑیگے صرصر نخل امید کے — ہے باد حادثات سے برباد باغ عمر

ساقی دور بس کہ نہین باقی اب ہوس — لبریز ہو چکا ہی ہمارا ایاغ عمر
دعوے لاف برتری شب بھر کئی زبان — خاموش ہی شمع نہین گل ہی چراغ عمر

گم ہی نشان وقت جو غفلت مین کھو دیا
ای عیش ڈھونڈھتا ہی کہان تو سراغ عمر

۱۴
ہوا نظر مین جو ناظر کی جلوہ گر منظور — نگاہ و ناظر دونون ہوے نظر سے دور
رہا نہ باقی کوئی پھر بچشم ظاہر بھی — معاً اندھیرا دفع ہو گیا جو چمکا نور
ہو خود شناسی سے حاصل ہوا قرار و سکون — تو بیقراری دل خود ہی ہو گئی مفرور
یہ مین ہی رغبت وصلت و نفرت فرقت — عبث سمجھتا ہی اپنے کو واصل و مہجور
جو غیر کوئی نہین ہی تو فصل و وصل ہی کیا — یگانے ذات شناسی سے اپنی ہو مسرور
دلاتا یاد نہ دل بھول کر بھی دنیا کی — بھلانا جسکو ہو کیا اُسکا ذکر اور مذکور
مکان وہ اُجڑے جسمین مکین ہو رونق بخش — خیال یار سے پھر کیون نہ دل کرین معمور
ہو نور اُس سے نہین ہین فقط مہ و خورشید — ہر ایک ذرہ مین ہی جلوہ گستری کا نور

خودی تن کے نہ کیون عیش توڑے ساغر جم
نشاے بادۂ عرفان سے ہو رہا ہی چور

۱۵
خودی کو مجھسے کیا بیخودی نے جب دم دور — تو قرب دل سے عیان ہو خود بخود ہم مستور
رہا نہ غیر کوئی اور نہ اپنا تن ہی رہا — نہ ہوش باقی رہا نہ تمیز عقل و شعور
وہی ہی بحر وہی موج ہی وہی ہی حباب — وہی ندی وہی نالہ وہی سمندر شور
وہی ہی برف وہی ژالہ اور وہی شبنم — جدا جدا نہ سمجھ کہ سب ہی آب ضرور
ہی تو ہی باطن ہر شی مین جان جان نہان — ہر ایک تن مین عیان تیری ذات کا ہی ظہور
فداے نور شمع ہو گیا جو پروانہ — خودی کو کر کے فنا بن گیا سراپا نور
خلاف حال ہی کہتے ہین عیش اہل خرد — خیال یار سے پھر کیون نہ دل کرین معمور

٨٦ گر نہ صابر دل ہوا ہر اک تمنا چھوڑ کر
جا سے بتیابی کہاں پھر تجھ سا واما چھوڑ کر

زلف دنیا سے رہا کیا ہو بندھا ہے بال بال
بھائی بندوں بال بچوں کا بھی رشتا چھوڑ کر

پیروی کی نفس رہزن کی نہ سوچا پیش و پس
عقل سے رہبر کا تو نے جب کہ پیچھا چھوڑ کر

وادیِ ذلت میں ہر دم ٹھوکریں کھاتا پڑیں
شرع ایسا صاف شارع عام رستا چھوڑ کر

گر نہایت ہو وہی طمع و غضب کی پیروی
دل چکا دین مقدس تجھکو دنیا چھوڑ کر

صبح پیری ہوتے ہی سینے حواس خمسہ کا
کاروان جاتا کدھر ہے تجھکو تنہا چھوڑ کر

ترک کدورت ترک دنیا کر کے پاسے خلد کون
گر صفائی ہو نہ دل کی ہر تمنا چھوڑ کر

مین ہون کس گنتی مین کیا ہستی مری بیہوش ہیں
ہو نہیں سکتا الگ دامان یکتا چھوڑ کر

آئے تھے مینخانہ دنیا مین چشم و دل سے کیا
جاتے ہین محروم اپنا جام و مینا چھوڑ کر

ملک تن مین ہے بپا ہر دم نزاع نفس و عقل
یان سے چلیے طیش سب قصہ کھیڑا چھوڑ کر

٨٧ چھوٹی سی ندی بھی ہو سمندر
لیکن ہستی کو اپنی کھو کر

پروانہ کرے جو جان کی اپنی
پروانہ ہو نور شمع انور

بیکر سے بیخودی ہون مدہوش
کیون بھول نہ جاؤن اپنا پیکر

کیا ہستی ہے میری اور کیا مین
مین اور خودی کا مجھسے مظہر

دنیا تیرا بال بال دیکھا
ہے زلف سراپا سراسر

الجھن شامت کے مارے احمق
آ پھنسیگے نہ دام مین خر وہ

ہے جمع یہ بزم خواب در خواب
آنکھیں کھول طیش گل ہے ابتر

٨٨ وحشت مغفل سے نہین کم یان الجھاوا
مت بھول دیکھ پہلو مین ہر پھول کے ہے خار

بچوی سے جو چلنا ہو دامن اٹھا کے چل
ہر ہر قدم پہ خار ہیں مت ہو الجھ کے خوار

پیچیدہ عقدہ ہے دنیا کی زلف کا
کیا کھولے کوئی پہلے ہی ہوتی ہے تار تار

بھولا ہوا صبح کا جو آجائے شام کو
بھولا ہوا اُسے نہیں کہتے ہیں زینہار

گذری شب جوانی جو غفلت میں بھول ہے
اب بھی جو جاگے تو نہیں ہوا ابھی سویرا

وسعت جو خواہشوں کو ہے کیوں تنگ دل ہو
بے چین تو ہے دل کہ کوئی اور بیقرار

کسکی ہے تاک جھانک کہ وا چشم ہے ادھر
دنیا سے کیا ہے چشم ہے کیا عبث انتظار

مریض عشق دنیا کو ہو دنیا میں شفا کیونکر
جو بد پرہیز ہو بیمار رہو نافع دوا کیونکر

بھلائے یار کا کر دل میں بھی تو نے کیا شکوہ
جدا یا جی جو جان تن سے ہے پھر اسکا گلہ کیونکر

ہے دل ملکو دیا دل لگایا تو نے رشتے ست
وصال یار ہر دم تو سمجھتا ہے جدا کیونکر

بھرا کرتا ہے پر کرتا ہے جو ہو نفس کا پیرو
بھلے مانس بھلا سمجھے تجھے کوئی بھلا کیونکر

خودی و تن پرستی میں اگر خود مبتلا تو ہے
یہ خود ہی سوچ پہچانیگا عشق اپنا کیونکر

ہم کھوئے ہوؤں کا جو میں اپنا منظر چھوڑ کر
کیوں نہ حیرانی ہو چون آئینہ جوہر چھوڑ کر

خود ہوں منظور نظر ہے مثال آئینہ
کیوں نہیں ناظر کسی کا اپنا جوہر چھوڑ کر

اندھا کر بازو ہے ہمت خواہش انجام کار
پر کو طفلانہ اڑاتا ہے کبوتر چھوڑ کر

تاب کسکی جس قدر دل سے گئے منکر نکیر
ماہرو نامہ کو میرے مثل اخگر چھوڑ کر

وادی دنیا سے آگے منزل مقصود ہے
گر پھنسے ہیں ہم کہیں دانش سارے بہتر چھوڑ کر

نامۂ اعمال تیرا ہی رہیگا ساتھ ساتھ
بھاگ سو تدبیر سے اپنا مقدر چھوڑ کر

شش جہت میں شخص تمکو کیا آئینہ رو
جاتے ہو مجھکو کہاں حیران و ششدر چھوڑ کر

خلق کو بیچین کر دیگا خدا کے واسطے
ساتھ لیجاؤ نہ جاؤ دل مضطر چھوڑ کر

ساتھ آخر کا نہ آخر جسم و اعضا نے دیا
شاہِ دل تنہا چلا لشکر کا لشکر چھوڑ کر

ہو کے بے غم عیش نے آسن جمایا ہے یہان
جائے ای مولا کہان پھر یہ ترا در چھوڑ کر

ردیف رای ہندی

۹۹

فی الذات خود کو کرکے فنا بیخودی کو چھوڑ — بیخود بقا میں رہنا تن عارضی کو چھوڑ
بڑھیا چلے جو تجھسے کوئی انس کا غلام — آزاد و سرو ہو کے نہ تو راستی کو چھوڑ
لڑتے رہینگے کافر و مومن اسی طرح — ہے گر صلح پسند نہ تو آشتی کو چھوڑ
سیدھا کرونگا تجھکو یہ کہتا ہون رست رست — ای میرے نفس ہان کہا کجروی کو چھوڑ
کیون خواہشات دل سے ہوا عاجز و زبون — اپنا خزانہ دیکھ اور اُس بیکسی کو چھوڑ
مشکل جو ترک کل ہے تو آسان ہے لخند کل — ہر جزو میں اُسی کو سمجھ مت کسی کو چھوڑ
سچی اگر لگن ہے تو پروانہ جان کی رکھ — لو سے شمع کی تن کو جلا دل لگی کو چھوڑ
کیا جسم و اسم سے ہے محبت کہ ہین فنا — ای زندہ دل تو اُسے بھی دل بستگی کو چھوڑ

ای عیش ہے صفائی دل کا یہی طریق
مرغوب دل ہو جو کوئی شے تو اُسی کو چھوڑ

۱۲

دل چلا ہے تو کیا نہ اتنا دوڑ — نیک چلنی ہے خوش نہ چلنا دوڑ
سو یا تو اور کاروان تیرا — جا رہا ہے عدم کو دوڑا دوڑ
کھا کے ٹھوکر توڑ اُسکا سر کو — حا شا اتنا نہ بے تحاشا دوڑ
کیا ہو دل کو مرے قرار و سکون — عمر کو لگ رہی ہے بھاگا دوڑ
کوئی مرغوب دل خوشی دیکھے — بوالہوس اُسپہ وہین لپکا دوڑ

کھلبلی مچ رہی ہے دنیا میں
عیش ہر وقت یان ہے گھوڑا دوڑ

۱۵۲ نہ دھوبی کا اُٹھا کے بوجھا دوڑ — رہ عقبےٰ مین ہوکے ہلکا دوڑ
نہین ملتا ہی کچھ جو بھاگ بغیر — کیون تگ و دو ہی کیون ہی بھاگا دوڑ
دیکھکر سید حاجل کو خیال نہ چل — جا نہین پانٔون سے مت کچلتا دوڑ
نہین ناری نہین ہوائی تو — خاکیون کو نہین ہی زیبا دوڑ
رہ پرغار و خار و خارا چھوڑ — صاف رستے مین چاہیے جتنا دوڑ

سالکانہ روش ہی اچھی عیش
نہ رہ معرفت مین بیجا دوڑ

۱۵۳ گر مست ہی نشہ مین تو پھر کیا ہی توڑ جوڑ — توڑے بغیر میکدہ کی ایک شی نہ چھوڑ
قابو مین رکھ لجام قناعت سے اسپ نفس — میدان حرص مین بڑی بیجا ہی اسکی دوڑ
اشیا سے خواب باطل و ناراستی ہیچ ہین — ہستی ہی اُنکی کیا ہی ہون گو لاکھ یا کروڑ
دونون جہان بھی ایسے ہی خواب و خیال ہین — اُن پھر و یا کہ اُنکی کسی شی پہ دل نہ جوڑ
تم دیکھتے ہو شور سمندر جو جوش پر — تر دامنی کا اپنی یہ ادنی سا ہی نچوڑ
ق
کیون خوش خدا ہو تجھسے کہ تو نے تو بتشکن — اک بت نہ توڑا مسجدین توڑین کئی کروڑ
دل خانۂ خدا ہی نہ سمجھا تو اس قدر — دل شکنی ہنوز سے کیا توڑا بت کو توڑ
ہی جادۂ حیات تری خورد و کم وسیع — بس ہاتھ پانٔون حرص کے لنبے نہ کر سکوڑ

ہی ہوش کسکو ساقی و صہبا و جام کی
بیخود ہوا ہی عیش سبھی سے خودی کو چھوڑ

ردیف راے معجمہ

۱۵۴ نہین ہمدم کوئی نہ ہی دمساز — کر نہ سمانہ اور نہ کہہ کسی سے راز
کم نہ صرصر سے ہی ہوس کی ہوا — ہو نہ اندھا نہ کھول چشم آز
ہوا محمود کیون غلام غلام — نہین محمود تجھکو عشق ایاز

گر موذن نہین ہین گوش علیم
کیون یہ ناحق نہق سی ہو آواز

لگے ہمسے بہی اُڑنے تم ای دل
کس پری سے ہیے یہ پرواز

خانۂ دل کو تشویش خالی کر
یہ بلانے کا اُسکے ہی پرواز

۹۲

تجھسے کس نازنین کو ہی نہ نیاز
بے نیازی کا تجکو شایان ناز

ہو مصیبت مین شمع سان خاموش
نہ شکایت کی ہو زبان دراز

باز آئین حرف حرص پہ ہیچ
بوالہوس رکھہ نہ آز سے انباز

ہان نشتر کا ہو گیا بخیر انجام
نشتر کا آغاز مین ہی ہو آغاز

خار کھاسے ہی گل یہ جفا سمجھ
کیا نزاکت کے ہین سنئے انداز

ہر نفس عمر ہی زوال پذیر
دم مین دم سکے نہ آکہ ہی دمباز

اسکو دنیا ہی ساز کا سہو لی
عیش کرنا کبھی نہ اس سے ساز

بعد از فنا ہے دل بھی ہی تیرا کرم ہنوز
ای نفس برستا ہی تو یہ ستم ہنوز

چرخ کہن نے سر پہ اُٹھایا ہی آسمان
اہل زمین کو رکھتا ہی مشق ستم ہنوز

دانا ہی کیا کہ درہم و برہم ہی تیرا حال
نادان تجھپہ پھیلا ہی دام درم ہنوز

کہتا ہو نفس عیش جوانی کچھ اور دم
دم باز دم بدم ہی دنیا ہی دم ہنوز

جو نیک و بد تمام کیے اپنے زیر مشق
ہوتی قلم ہی روز زبان قلم ہنوز

تو پہ ہی شب جو اپنی سیہ کاریان لکھین
ہی اُسکے ہی اثر سے سیہ رو قلم ہنوز

ملتا ہی جو نصیب سے اُسکو نہ کم سمجھ
کیون کم سمجھ تجھے ہی غم بیش و کم ہنوز

کاسہ حریص کا نہین رہتا ہی پر کبھی
خالی ہی دیکھتا ہی ہمین جام جم ہنوز

کیا ہی برا سے نام ہی ای عیش عیش تو
گر ہو کسی طرح کا ترے دل مین غم ہنوز

۹۸

تبسم کو ہو لبتا نہین ہرگز
ہو درج کو ہو افشا نہین ہرگز

خود ہی وہ کون خویش و بیگانہ
کوئی غیر از خدا نہین ہرگز

ق

گر نظر غیر پر پڑے تیری
تجھ مین شرم و حیا نہین ہرگز

کہتے ہین الحیاء والایمان
کیا یہ تو نے سنا نہین ہرگز

بے حیا بے حیا و شرم ترا
دین و ایمان رہا نہین ہرگز

جانے تیری بلا کسی کی بلا
تو کہین مبتلا نہین ہرگز

دل ہی ہے جا تلاش دیر و حرم
کہین دلبر گیا نہین ہرگز

تو نے سمجھے ہین گر وصال و فراق
یار سے دل ملا نہین ہرگز

غرض ہو ایک قاضی الحاجات
مدعا دوسرا نہین ہرگز

نہ غرض عیش کو غرض سے ہو
نہ کسی سے ہوا التجا ہرگز

۹۹

ہین ہون کچھ یہ جان نہین ہرگز
جان جان یہ توان نہین ہرگز

حد گفتار سے جو چل نکلی
ہو زبان وہ زبان نہین ہرگز

ہو نہ حد ادب سے متجاوز
چپ ہو شایان فغان نہین ہرگز

ق

خاک کچھ پردہ زمین مین ہے
حال اسکا نہان نہین ہرگز

انتہائے نظر ہے رنگ کبود
ورنہ کچھ آسمان نہین ہرگز

زیر و بالا نہین تو وسط ہے کیا
درمیان درمیان نہین ہرگز

ہو اثابت نہین ہین اہل جہان
جبکہ دونون جہان نہین ہرگز

نام پر مرمٹے جو نامی اب
انکا نام و نشان نہین ہرگز

کیا مزہ تند معرفت کا کہون
میرے منہ مین زبان نہین ہرگز

اگر نزل عیش وردی ایسی
ورنہ طبع روان نہین ہرگز

نکلے نشان کا نشان نہین ہرگز
لامکان کا مکان نہین ہرگز

دل پہ غالب جو ہو ضعیف نہین
ہے جوان ناتوان نہین ہرگز

کیا ہو سچ خواب کذب ہے جسکا
جاگنے پر نشان نہین ہرگز

کیا نہین نیست ہست سچ کوئی
ہان نہین دونون ہان نہین ہرگز

نیک ہے اُنکا مجھکو بد کہنا
اُسکے سننے مین بدگمان نہین ہرگز

کیون ہو انکار کیون نہون ہلکا
دل کا دنیا گران نہین ہرگز

ملے دلبر سے دل جو دل کے عوض
فائدہ ہے زیان نہین ہرگز

نہین گر طاقت سخنگوئی
چپ ہو گویا زبان نہین ہرگز

وصل جانان مین عشق تیرے سوا
کوئی حائل یہان نہین ہرگز

ردیف سین مہملہ

نہ رہا عشق کے آگے دل بیتاب افسوس
ایک چنگاری سے ہی اڑ گیا سیماب افسوس

وہ زمانہ ہے جسے دوست سے ہی کہیے سلام
اٹھ گیا اہل جہان سے ادب آداب افسوس

کیا خبر کیا بد قسمت مین ہے بد قسمت کی
جو جگانے سے نہین جاگتا یہ خواب افسوس

ق

نیند جسکے سنتے ہی پر لگ گئے کیا بات رہی
نہ رہا یہ نہ رہا پھر دل بیتاب افسوس

بس چکا سینہ مین بس اب تو دل خانہ خراب
ہین خرابی کے جمع سارے ہی اسباب افسوس

ایک کمبخت غضب ہے نہ غضب ڈھاتا ہے
بحر خواہش بھی نہین دیکھتا پایاب افسوس

یہ ہوا بدلی کہ ہے حرص و ہوا کا طوفان
اور خودی مین ہے خدائی سبھی غرقاب افسوس

دیکھین تیراک ہے کون ایسا کہ ہو جاے پار
ہین ڈوبنے کے لیے ورنہ یہ پیچ آب افسوس

یہ غضب کا ہے غضب ورنہ لیے سر پہ ستم
یہ غضب ڈھاسے کہ قتل اس سے ہو سہراب افسوس

گر نہین انس ہے دنیا سے تو دشمن سمجھو
ہان بجا عیش کی حالت پہ ہے احباب افسوس

ہے اپنے نام کی انسان کو کنایت بس
جو سمجھے کوئی تو ہے انس کی رعایت بس

نگاہ مہر تمہاری بدرجہ غایت بس
کمی پہ ہو جو نظر گاہ گاہ کفایت بس

نہ کر گزار ہون واعظ جو آپ ہون خاموش
یہی تمہاری مرے حال پہ عنایت بس

جو تیری اصل ہے داناؤن سے نہین مخفی
شناخت کو تری دنیا تری دنایت بس

گلہ عدو کا ہے واجب نہ یار کا ہرگز
کسی کا یار نہین نفس پہ شکایت بس

نہ دل کو ہونے دے گمراہ گو چلے سو پیچ
یہ سنو ہدایتون کی ایک ہی ہدایت بس

نہ طول عمر سے تا حشر خضر غم کھانا
کہ زلف یار کی اور عیش کی حکایت بس

کھوئی یونہین عمر وائے افسوس
افسوس افسوس ہائے افسوس

افسوس نہ ہووے پاس انفاس
خالی دم جائے جائے افسوس

قسمت کے بھروسے کار دینی
تدبیر سے کھانا کھائے افسوس

ناکام نہین ہے کاہلی خوب
ہے تیری کمی رلائے افسوس

دل پر نہ ہو تجھکو دست قدرت
اور قابو وہ تجھپہ پائے افسوس

جنت کی ہوس ہو اور یہ افعال
ہون قابل ہر سزائے افسوس

بھائی ترے دل کو کیسی بھائی
دنیائے فانی سرائے افسوس

جو قول کہ فعل سے کسی کا
بیدردی سے دل دکھلائے افسوس

چھوڑا جو عیش عیش ابدی
کیا اور کہین ہوئے افسوس

مجبور ہے بےبسی سے ہون چلتا نہین ہے بس
رکھون [illegible] پہ سر ہو جو دسترس

اب یہ ہوا لگی تجھے ای خار دنیوی ۔ دل کو ترے ہوئی گل فردوس کی ہوس
کیون سر پہ میرے تونے قیامت بپا کری ۔ کیون نفس بد ستاتا ہے تو مجھکو ہر نفس
بے بہرہ رحمتون سے ہوے جاتے کتنے نہین ۔ کیا کان بہرے ہوگئے کہتا ہے یہ جرس
وہ ایک ہے قدیم نہین تو یہ تو عدد ۔ دو تین چار پانچ چھ اور سات آٹھ دس
دانا ہے کل تیرا ہے جسم اور اسم سے ۔ ہولا سہ ہے عقل کی تیرے وہ کیسے مس
پروا نہین تجھے تو نہو کچھ بھی رحم کر ۔ مت آتش غضب سے شمع اسکو یون جھلس
کیون پھنس رہا ہے دنیا مین بیٹیون بیٹیون ہی کیا ۔ دل جو الگ کیا تو ہے آزادی تو بس
گذران اتفاق سے واجب ہے بھائیو ۔ پھر جہان مین جمع کوئی دم ہو مثل جنس

کیا غم ہے بیکسی کا مدد کسکی چاہیے
مردانہ وار اُٹھکے کمر اپنی عیش کس

ردیف شین معجمہ

جان کیا جان سے غم ہو وسے نہ قربان ای عیش ۔ دل مین باقی نہ رہا کوئی بھی ارمان ای عیش
عیش دنیا دی نہین عیش سرمدی ۔ دانا ہے تجھے ہر طور سے شایان ای عیش
دیکھیا دیکھا تار ہا بہت نہو حسنا نہ دل ۔ شمع عرفان رہے ہر وقت فروزان ای عیش
باغ باغ اپنا کھلا غنچہ دل طفلی سے ۔ کھل گئے دل پہ مضامین گلستان ای عیش
روز روشن مین سیہ روز نہ تجھے کوئی ۔ نسیہ کاری سے کوئی ہو پشیمان ای عیش
رو کشان سے نکلکر کہان جاتا ہے چلا ۔ سخت نافہم ہے دل ہے ابھی نادان ای عیش

ظلم و اندھیر نہین عدل نہ چاہیے فروغ
مثل خورشید کے ذرہ بھی ہوتا بان ای عیش

رباعی
جو آرزو دیا حیات کر ہو وی بخشش ۔ یہی آرزو ہے نہو کوئی خود ہستی

جو بندہ نوازی شعار آپ کا ہے
رہے حال پر میرے نظر نوازش
نہ بالیدگی ہو خوشی پا کے کوئی
نہ ہو رنج و غم سے کبھی دل کو کاہش
موافق نہیں ہیں جو تقدیر و ساعت
عبث سب ہیں تدبیر بیجا ہیں کوشش
سزا ہیں اُٹھا دل تو اپنے کیے کی
نہ نالاں ہو پھر گر نہ کر کوئی نالش
منافق سے کب نیک ہو سازگاری
زمانہ جو بد ہے تو کیا اُس سے سازش
لگے آگ خواہش کو جی جل رہا ہے
جبھی جی میں جی آئے مٹ جائے سوزش

بد و نیک سب پر ہے رحمت خدا کی
نہ معدوم ہو عیش دیکھے سے بارش

عجب ہے کہ ہوں دو دل باہم خوش
تم ہم سے ہو خوش تو تمہیں ہم خوش
ہے باعث رنج و غم سراسر
دنیا کوئی ہوگا تجھے کم خوش
کیا کہنا ہے گر ہو لطف و انصاف
ہے ورنہ نہیں ترا ستم خوش
کیا آمد و شد نفس کی ہے یاد
جو ذکر میں اُسکے گذرے دم خوش

ہستی میں رکھا ہی کیا ہے جز فکر
ہستی سے تو بیش ہے عدم خوش

نہیں پنہان یہ راز ناشش ہے فاش
نقش دل تیرے نقش ہیں نقاش
شمس سے زیادہ تر وہ روشن ہے
ڈھونڈھتا ہے کہاں کہاں ہے تلاش
دیکھ چشم خرد سے جلوہ یار
ظلمت جہل چھوڑا ہے خفاش
بن خرد ور جز و ہے باد مبین
دیکھ جبکا یہ سارا ہے پرکاش
دل ہے گنگا تو سانپ تیرا نفس
آتما شیو ہے اور تن کیلاش
ہے نہ تسکین جو خواہشوں کی ترنگ
بحر دل میں مرے نہ ہوتیں کاش
کوئی کافر ہو یا کہ ہو مومن
صلح کل کو کسی سے کیا پرخاش

مہر دنیا کو دل نشین مت کر — نہین مٹتا دل و جگر کا خراش

غیر کوئی نہین تو پھر کیا غم
کیون نہ دل عیش کا رہے بشاش

ایضاً

ہے دل سے خدایا یہ ہماری خواہش — خواہش کی نہووے دل پہ طاری خواہش
دل کشتہ نہو تو خاکساری کیا خاک — کیا نفس کشی ہے گر نہ ماری خواہش
معشوق نہین جو غیر کوئی نے ہجر — کیون وصل کی کس سے ہے تمہاری خواہش
قصہ ہے تمام جب ہوئی عمر تمام — لیکن جو کرے عقب گذاری خواہش

کیا سر پہ کلاہ ترک پہنے لا فرق
دنیا مین ہو عیش گر ہے جاری خواہش

ایضاً

سنو پیارے ہی ہون تمکو پیاری خواہش — بیجا ہین مگر عزیز ساری خواہش
لاتی ہین کشان کشان جہان مین پھر بھی — آدم کو دم نفس سپاری خواہش
ہے بحر جہان مین جوش الفت سب کو — خواہش تری اسقدر ہے جاری خواہش
اتنا تو گھٹا یا کم بڑھیلون سے کیا — کیا اس سے بھی زیادہ دیگی خواری خواہش

کیا رشتہ ہے توڑ رشتہ محبت فوراً
کیا عیش کریگی غمگساری خواہش

ردیف صاد مہملہ

ایضاً

اہل دنیا غضب تمہاری حرص — مرتے دم تک رہی پیاری حرص
نہ مرا دل نہ مٹنے ہاری حرص — مر گئے تم مرے نہ ماری حرص
ترک مین ہے جو عیش ویس تا مرگ — نہ کریگی عقب گذاری حرص
پیار کرنا نہ بھول کر بھی کبھی — گو عزیز وہ ہے پیاری حرص

ہلکا کرتی ہے سب کی نظروں میں — چاہے ہلکی ہو یا کہ بھاری حرص
ہے یہ عزت کی قاطع بنیان — قاتل جان ہے کٹاری حرص
عزت و آبرو کو لیتی ہے — دیتی ہے ہر طرح کی خواری حرص
کیا کریں یا حرص اے عیّار — کی کسی سے بھی تیں نے یاری حرص

ہو غنی عیش غم نہ تیرا ہے
ہے یہی حرص اب ہماری حرص

۱۱۱
ذرہ ذرہ میں ہے جو نور خاص — ہے یہ خورشید کا ظہور خاص
اپنے رنگ ڈھنگ پر اولاد — ہے تو انسان بھی ہے ظہور خاص
کیا ہے ہر شی نمونہ قدرت — بلکہ قدرت کا ہے ظہور خاص
نہیں قدرت جدا جو قادر سے — ہے ہر اک حاضر حضور خاص
دیکھ فانوس تن میں شمع جان — نہیں پنہان عیان ہے نور خاص
جس میں جلتے ہیں داغہائے امید — وہ مرا سینہ ہے تنور خاص
ہے ہر اک سنگ میں شرار طور — گو کہ موسیٰ کو ہوئے طور خاص
جو جلایا دوئی کے خرمن کو — ایسا حاصل ہوا بخور خاص
کہ معطر دماغ عالم ہے — ہر کسی کو ملا سرور خاص

عیش گو سہل خود شناسی ہے
لیک درکار ہے شعور خاص

۱۱۲
ہے مصیبت تو کچھ کسی کا نقص — دل لگایا یہاں یہ اپنا نقص
اے حقیر النظر یہ دو بینی — ہے تری چشم دل کا سارا نقص
فکر و غم میں ہے مبتلا شب و روز — بیم و امید کا یہ دیکھا نقص
غیریت کو جو دی جگہ دل میں — دوست دشمن ہوئے یہ پایا نقص

نفع کی جا ضرر ہین ہے در پے / بیش و کم اب بھی اتنا سمجھا نقص
کس سے ہم دل لگا تھین دنیا مین / دیکھو جس شی کو اسمین صدہا نقص
نکتہ چین کیا ہے ہمارے بد باطن / تجھپہ ظاہر نہین ہے تیرا نقص
عیب بینی غیر سخت ہے عیب / عیب جو ہے تو دیکھ اپنا نقص
سمجھا اپنے کو کچھ جو تو نے بخدا / خود خودی کا کیا ہے پیدا نقص

کیجیے گا علاج کس کس کا / عیش یہ تن تو ہے سراپا نقص

۱۴۳
کیا مسکن ہو جبکہ دل کا خواص / مثل سیماب اضطراب ہے خاص
کیا کشتہ تو دل بنا اکسیر / نہین قاتل سے ادعاے قصاص
جسنے کی ترک رغبت و نفرت / ہے وہ لاریب بند غم سے خلاص
ق
وجد مین جس سے ہین جوان و پیر / ہے تماشاے طرفہ دل کا خواص
ایک حرکت سے اپنی سو سو طرح / ناچ نچواتا ہے یہ رقاص
ہر دو عالم سے چشم دل کر بند / تا نظر آئے تجھکو جلوہ خاص
گر خلوص دلی ہو کیا ہے / کیون نہ بند دوئی سے ہووے خلاص

غم تجھے دشمنون کا کیا ہے عیش / مخلص خاص سے ہے اگر اخلاص

ردیف ضاد معجمہ

رکھیو غرض نہ اس سے کہ ہے پیدا غرض / اہل غرض کو خوار رکھے دائما غرض
ہشیار ہون نہ چست نہ غافل نہ سست ہون / لیکن پڑا رہون سب سے کہ بیٹھک ہون لاغرض
مستے نہ میکدہ سے نہ خم سے نہ جام سے / لیکن فقط ہے تجھسے مجھے ساقیا غرض

عیسیٰ سے کیا شفا ہو کہ درمان سے ہو وہ چند — اللہ بچائے ہے مرض لا دوا غرض

مطلوب تیرا علیش ہے سو خود ہے تو ہی عیش
ہے تجھکو اپنے وصل کی کس سے دلا غرض

۱۱۶
دنیا کا پیچدار ہو ہے سروکار کیا غرض — رکھے کسی کی زلف سے میری بلا غرض
بجز جہان مین ملتا نہین بے غرض کوئی — پایا یہان ہر ایک کو غرض آشنا غرض
مستانہ عارفانہ ہو ہوش تن سے مجھے — اے بیخودی ہے تجھسے خودی کی فنا غرض
بے خون دل مگر کہین بچا نہ التجا — ورنہ کرونگی خوار تجھے جا بجا غرض

پایا ہے علیش آپ کو گم کرکے اپنا آپ
ہو کر فنا ہوئی مجھے حاصل بقا غرض

تمہارے نور کا اے مہر جو مدام ہے فیض — کسی نہ خاص تخصص ہے بلکہ عام ہے فیض
سیہ نصیبی سے محروم جو رہے ہے شپر — تو کیا ہے مہر کا سب پر تو لا کلام ہے فیض
جو محنتون سے تمکین دن مین انکو ہو آرام — ہر ایک شب کو یہ ہر اک پہ تیرا شام ہے فیض
ہو مستفید ہر اک نیکنام اور گمنام — بنام رحمت ایزد اسی کا کام ہے فیض
حرم نہ دیر نہ گرجا نہ میکدہ مین فقط — تمہارے لطف و کرم کا ہر اک مقام ہے فیض
جو بخشی دنیا کی ہر شے ہے اہل دنیا کو — نہ کام رکھا کسی سے تو آیا کام ہے فیض

جو بخشی خود سے لٹا سے دنیا سب
تو کیا ہے جو نہ خودی چھوڑے علیش عام ہے فیض

۱۱۸
کیون جان نثاری سمجھے نہ یہ جان نثار فرض — ہر شخص پہ ہے اطاعت پروردگار فرض
تمکین کے دست برد سے محفوظ گل رہے — اتنا بھی کیا نہین ہے ترا اے بہار فرض
یہ خار تو کھٹکتا ہے جو خار زار گل — گو اسمین خوبیان بھی کرین ہم ہزار فرض
ق
دونون جہان مین بے شبہ دھوکے کی نشانیان — انکا کس اعتبار پہ ہو اعتبار فرض

کیا خاک اس جگہ ہی کہ جسکی اُڑا ئین خاک
ہر خاک کیا زمین کو کرے خاکسار فرض

اونچی نگاہین رکھنے سے ہی عقل چرخ مین
نیچی نگہ سے کیا ہو فلک نابکار فرض

چھوٹون بھی دل کا دنیا نہین اُنپہ خوب ہی
بالفرض یا ان کے سیح ہی کرین کاروبار فرض

رکھے ہر ایک فکر سے جو دور عیش کو
کیا تیرا یہ نہین ہی دل غمگسار فرض

۱۱۱

دنیا زمین کے ذمہ ہون تیرے ہزار فرض
لیکن ہی غور ایک مرجع یکار فرض

کھاتا ہی جسکا رزق دیا روز و شب مدام
رازق کا شکر یہ ہی تجھے بار بار فرض

رہتا ہی جسکے ملک مین امن و امان سے
قدمون پہ اُسکے ہونا ہی جان سے نثار فرض

گر بھیجتا نہ شکر نہ کرتا ہی جان نثار
ہی تجھکو اُسکا چھوڑنا رزق و دیار فرض

دنیا مین گر خدا نے توانگر کیا تجھے
ہی بیکسون کی تجھپہ مدد میرے یار فرض

ادا ہی کار وقت ہی ہر ایک کام کا
بے صبری کیون ہی وقت کا ہی انتظار فرض

دنیائے عیش کیون نہ مکدر ہون اہل دل
جسکی زمین کا خاص ہی گرد و غبار فرض

ردیف طائے مہملہ

۱۱۲

دلداری دل سے کرنے کے قابل بہر نمط
قابو مین آپ کے ہی مرا دل بہر نمط

دانائی کیا ہی کیون رہین دنیا کے دام مین
ہمکو تو اختیار ہی حاصل بہر نمط

گذری تمام شب اسی خیال مین پھنسے
اب ترک خواب چاہیے غافل بہر نمط

کیا زندگی کہ گل کو خزان ہم قفس مین بند
مرنے کا ہی مقام عنادل بہر نمط

گو مثل مو اُلجھ کے ہو حائل وبال جان
سلجھا تا شانہ دار ہی عاقل بہر نمط

چلنا ہی کاسے کو سون کا اور رستا پر خطر
اور رات اندھیری پڑ گئی مشکل بہر نمط

ہے راہبر نہ توشہ نہ دیکھا ہے راستہ
کیا پاؤن اٹھیں بھاری ہے منزل بہت غلط
ق
ناقص ہوا ہوس کی ہے شدت سے چل رہی
ہے بحر آز جوش مین کامل بہت غلط

بوسیدہ ہے حیات کی کشتی نہ اسمین ڈال
آثار ڈوبنے کے ہین جاہل بہت غلط

اسکا کہان ہے پار نہ بیجو اہنسی کو چھوڑ
ہے پار کا بھی پار یہ ساحل بہت غلط

ہے آدمی تو دم مین نہ آ اسکے ایک دم
یہ جان نقش جان کا ہے قاتل بہت غلط

گر رنج از زور یا تارک کو کیا ہے ترک
ہے عیش وہ بھی دنیا مین شامل بہت غلط

۱۲۱
وہ عیش کیا ہے عیش نہ ہو جس سے غم غلط
ساقی ہے نہ بیچ بادہ عشرت بجام جم غلط

استادہ سر پہ موت ہے تیغ قضا لیے
ہر نفس اپنا خطرہ مین ہر دم ہے دم غلط

جو دم بسر خوشی سے ہو ہے عدم نہ دم
جو زیست گذرے رنج مین سمجھو قدم غلط

ہستی ہے ہست سے نہین ممکن ہے نیست سے
آمد شد ہے جہان کا شد آمد عدم غلط

کیا مال ہے وہ مال کہ جسکا ہو شر مآل
ہووے نہ کار خیر تو جاہ و حشم غلط

توحید جو نہ لکھ سکے وہ ہو شل قلم
تائید جو دوئی کی کرے سکتہ قلم غلط

کیا ہے وہ نظم جس مین نہ ہو نظم معرفت
ہووے نثر جو حمد سے عاری رقم غلط

کس خوبی سے ہے تن مین عناصر کا ارتباط
ضد سے نہ کہیے ضدون کا ہونا بہم غلط

اکسیر عیش تج کے جو ہے دنیا نہ بیچ گر
اہل جہان ماسوا مین ہے اسکو سہم غلط

۱۲۲
چاہیے راز نہان کی احتیاط
جس سے زیادہ ہے جہان کی احتیاط

ہو زبان جس سے نہ غیر و خویش کو
[illegible] ان کی احتیاط

سچ تو یہ ہے مین نہین ہے دخل کذب کا
راستگوئی ہے زبان کی احتیاط

ہون ہمہ تن گوش جسکے سامعین
پر اثر ہے یہ بیان کی احتیاط

خواہشیں ہین گرچہ ہی وسعت پذیر
تونے اے دل پھر کہان کی احتیاط

جا رہا ہی نفس سوئے عدم
کیا ہو جسم ناتوان کی احتیاط

اسلیے ہر دم لہو رونا پڑا
کی نہ چشم خونفشان کی احتیاط

کہنہ ہوتے ہی نیا پہنا لباس
جسم سے سمجھے جو جان کی احتیاط

عیش ہو محتاط - عقبے مین ضرور
کام آئیگی یہان کی احتیاط

اے مسافر چاہیے تجھکو سفر کی احتیاط
یعنے زاد راہ کی اور راہبر کی احتیاط

کر نہین سکتا اگر خیرات و کار خیر کچھ
خیریت تب ہی کہ شر سے ہو بشر کی احتیاط

بدنگاہی سے جو دیکھا تونے کوئی خوبرو
کور ہونا اس سے بہتر ہی نظر کی احتیاط

نور آگین گر ہو آنکھون مین منظور نظر
ہر طرح لازم ہی پھر نور بصر کی احتیاط

گر مذمت غیر کی تعریف اپنے گوش کی
خاک اپنے گوش کی اے بدگہر کی احتیاط

کوئی لے سر پر بلا سے زلف دنیا کیلیے
چاہیے ہر اک بلا سے اپنے سر کی احتیاط

ق

جان من تیرے مکان جسم کے رستے ہین نو
خوب مضبوطی سے کرنا اپنے گھر کی احتیاط

لگ سکے ہین پانچ تا قب گھاتین آٹھون پہر
ہو عقول عشرہ سے ہر ایک در کی احتیاط

عیش نقد دل کو اپنے بے نوائی مین سنبھال
جیسے متمول کو اپنے مال و زر کی احتیاط

کیا ہی دنیا جنگ کا میدان کہ ماتم کی بساط
لڑنا مرنا جھینکنا رونا ہی جسکا ارتباط

جب ملوث ہو سراپا گل ولاے دہر مین
خاک اس سے پاک رہنے کے لیے ہو احتیاط

پوری ہو سکتی نہین ہین ساری انکی خواہشین
اجتناب اے اہل دانش ہی خرد در احتیاط

چاہیے ضبط حواس و شغل حبس دم مدام
چاہیے ہو دل کا گر تم اتقیا ہو انضباط

سیدھا ہے سیدھے رستے چل حسب احکام شرع
جو عبور بحر عقبے کے لیے ہی پل صراط

قالب انسان پاکر کیون کسی سے ہو عناد
دیکھ لو اربع عناصر کا ہے کیسا ارتباط

مینا مین نا ہین آگ شکر پاتی ہے اچھا طعام
درج کیجاتی ہے جو مین مین کیا کرتی ہے نشاط

کیون خوشی سے ہو خوشی اور رنج سے رنجیدگی
عیش دونون لازم ہین جسم کے رنج و نشاط

ردیف ظاے معجمہ

۱۲۵
مست ہوتے نہین پابند شریعت واعظ
کہ خودی چھوٹ گئے ہین محو حقیقت واعظ

جو جنت چھوڑ کے کی رغبت جنت واعظ
تجھ سا یہ نہین ۔ للہ عبادت واعظ

آج کیا تو نے اُس آئینہ رو کو دیکھا
ناطقہ بند ہے کیون کیون ہوئی حیرت واعظ

ہے تعصب سے بھری خاک ہے سرشت تقریر
صاف ظاہر ہے ترے دل کی کدورت واعظ

دل لگی وعظ نہین دل کو لگا خالق سے
دیکھین تو چھوڑ دے دنیا کی محبت واعظ

آئینہ دیکھو کہ ہے تو ہی تیرے سر کیا ہے
غیر کوئی بھی نہین ہے کسی صورت واعظ

وہ مجازی سے حقیقی پہ پہونچ جاتا ہے
معنی عشق جو سمجھے کسی صورت واعظ

مین ہون کیا کون ہے تو کیا ہے یہ کہنا سُننا
یہ دوئی کیون ہے جو ہے قائل وحدت واعظ

تمکین کا صاف صدا ہو گا عبا عصیان
گر ہوا ابر عفو سر رحمت واعظ

۱۲۶
اے بد لحاظ نفس بھلا تیرا کیا لحاظ
تو نے ہی جب نہ میرا کسی دم کیا لحاظ

دلشکنی اُنکی ہو نہ کسی بات سے تری
نازک ہے آئینہ سے احباب کا لحاظ

دعوے مین ادعا نہو ثابت ہو ہر طرح
اے مدعی تجھے رہے یہ مدعا لحاظ

باوصف اختلاف طبع تن مین ایک جان
ہے تو قیہ کا مثال عناصر کیا لحاظ

ایمان لگتی کہنا کہ ہے بد لحاظ کون
ہے پاس دین جنکو ہے اُنکو حیا لحاظ

جلتا ہے تار سانس کا ہو آتش کیون ہو یاس　　فرقت مین بھی وصال صنم کا مجھے لحا

کوئی بھی لحظہ خالی نہو ذکر یار سے
ہر لحظہ لحظہ عیش یہ رکھتا رہا لحاظ

کون یان آکے رہ سکا محفوظ　　سخت نادان ہے جو ہوا محفوظ
انتہا جسکا رنج کیا ہے جو ہو　　چند لمحہ کو ابتدا محفوظ
دیکھو جس شے کو ہے وہی فانی　　کیسے اہل بقا ہو کیا محفوظ
جسکے پانے مین محنت تکلیف　　ترک مین رنج کیا بھلا محفوظ
خانۂ غم سرائے فانی ہے　　ایسے مہمان کو کب کہا محفوظ
کیونکر ہو دل بستۂ زلف دوتا سے　　ہو گئے اس سے مری بلا محفوظ
ایک راحت کو سو مٹا سے رنج　　تو ہی کہہ کیا مزا رہا محفوظ
ہر مصیبت سرا ایک حالت مین　　مین بہرحال یون رہا محفوظ
کہ میسر ہے راحت جاوید　　کیا مجھے فکر کیون ہون نا محفوظ

عمر رہا ہے جو نام تیرا عیش
رہنا یا عیش دائما محفوظ

ردیف عین مہملہ

تجھپہ سو جان سے قربان دل و جان اے شمع　　نور سے تیرے ہی ایمان ہے تابان اے شمع
قسم دین کہ ہے تو شعلۂ جسم دنیا　　سارا دوزخ کا جمع تجھپہ ہے سامان اے شمع
ہو گی غفلت مین بحر زیست سے ہی قطع امید　　دل بجھا جاتا ہے تو بجھتی ہے کیا ہان اے شمع
جیسا ظاہر مین ہو روشن ہے دل بھی روشن　　سے باطن ہو کوئی یہ نہین شایان اے شمع
سر کٹا دیتی ہے یہ سچ ہے درازی زبان　　کیون نہ گلگیر تری جان کا ہو خواہان اے شمع

دل منور ہو ترا نور مقدس سے مدام
عیش کے پیش نظر رہنا فروزان ای شمع

تجھے دیکھا نہ کسی روز بھی خندان ای شمع
تجھکو لازم ہے خدا کا دیا سر پر سہنا
کی جو پروانہ کی پروا کبھی بھی تو نے
کسی دل سوز کے دل کا نہ جلانا ہی خوب

کسکا ماتم ہے کہ تو راتون کو ہے گریان ای شمع
صبر سے مشکلین ہو جاتی ہین آسان ای شمع
اُسکی ہی آہ سے تو رہتی ہے سوزان ای شمع
تو بھی جلتی ہے مری ظاہر و پنہان ای شمع

عیش کیا خاک کرے ضبط پگھلتا ہے دل
کوئی کیون حسن پہ تیرے نہو قربان ای شمع

واعظا کیا ہو حکم وعظ و تسمیع
کہے کس سے سُنے سنائے کون
درد سر دین یہ اور درد سری
سچ ہے فانی ہے جھوٹ ہے دنیا
ہو سمٹے اعمال تنگ مین جو کبھی
عدل روشن ہے یہ نہین اندھیر

تیرا دل ہی نہین جو ہو مطیع
سے کہنے والا وہی ہے شفیع
ورنہ صندل لگانے کی تصدیع
مانے ہین رات اُسکو ہے یہ بدیع
تنگ دامن کو کون دے توسیع
کہ بچا لیوین عاصیون کو شفیع

وقت کا پاس چاہیے ہردم
عیش ہے ہستی کو زوال سریع

مثل قارون کر نہ مال و زر جمع
سنگدل چھوڑیگا سر وقت نزع
تو ہی کہہ نا کام ہے کس کام کی
پاس و حسرت سے ہے سینہ داغ داغ
انتشار طبع تو جاتا نہین

رائگان چھوڑیگا تو مر کر جمع
دھن تجھے تو نے کیے پھر جمع
کام تیرے ہی نہ آئے گر جمع
سیکڑون خواہش ہین جو دل پر جمع
کیا ہون اوراق دل ابتر جمع

ہے طمع بے سود طمع سود سے
ڈوب جاتی اصل ہو اکثر جمع

ضرر سے باز آ خیر کر خیرات کر
نیکیوں کی جمع کر بہتر جمع

آخرت میں کام آخر آئیگی
ابتدا سے زاد عقبےٰ کر جمع

حق پسندوں کو نہیں ہے کچھ پسند
عیش ناحق کیوں کیا دفتر جمع

۱۲۳ رکھتی ہے خالی حرف نہیں ہے نہاں طمع
طامع طمع طمع کی نہ کر ہے عیاں طمع

ایک دانہ کی طمع نے نکالا بہشت سے
آدم کو کھینچ لائی کہاں سے کہاں طمع

آسے ہو قرب دل کے طمع تین حرف ہیچ
وہ جب ہے دور رکھتا ہے اپنے سے ہاں طمع

بے دانہ لقط ہے نہ جا اسکے دام میں
خالی فقط ہے باعث ایذائے جان طمع

بے سود ہے نفع ہے نہ اس سے کچھ حصول
طامع کے واسطے ہے سراسر زیان طمع

پلہ چھڑا کے بھاگ نہ بنے تجھے جسطرح
گر ہو کسی طرف تری دامن کشاں طمع

اے عیش دل لگا نہ ہرگز بہشت میں
للچا کے لے بھی جائے اگر در جناں طمع

ردیف غین معجمہ

۱۲۴ آمد ہے آج کسکی کہ گلشن ہے باغ باغ
ہر گل کھلا خوشی سے ہو بلبل کا گل ہے داغ

جاتی ہے نہ جانے کدھر کو ہے ہر نفس
ڈھونڈھیں کہاں اسے نہیں ملتا ہے کچھ سراغ

کیا ہے نفس برآری نہ آدم میں نفس کے
گل ہوگا اس ہوا سے تری زیست کا چراغ

ہے آنا جانا دم کا کہ جاتا ہے عمر کا
گر صبح دم کہ ہوتا ہے گل زیست کا چراغ

کم ظرف چھوڑ کر ہو نہ مست شکر کر
پُر ہوگیا مراد کا تیرے اگر ایاغ

واعظ سنیں ضرور تری پند دل سے ہم
مجھ بھی دل کو فکر سے حاصل ہو کر فراغ

ہر گل مین خار ہی تو ہی ہر خار مین بھی گل
کھا خار غم نہ عیش کہ یکسان ہین باغ و راغ

۱۳۴
بازاری کو کسی سے ہو الفت محض دروغ — دنیا اور اسکو ہے محبت محض دروغ
کہتا ہی ناظرین سے آئینہ صاف صاف — منہ دیکھے کی ہی ہمکو محبت محض دروغ
کافر ازل سے رہزن ایمان ہی ہی — دنیا کو دین سے ہو نہ عداوت محض دروغ
ہین سچے دل سے کہتا ہون بالکل محال ہی — دنیا ہو اور خدا کی عبادت محض دروغ
بدبخت حسب قول نہین فعل گر ترا — ہو قال سے نصیب سعادت محض دروغ
ہی غیر فانی بے شب بیننده خواب کا — باقی ہی بزم خواب کی صحبت محض دروغ
سچ ہی کہ بیگمان ہی جھوٹا جہان کل — دنیا مین راستی کی ہو خصلت محض دروغ
آلوده خواہشات ہی باطن اگر ترا — دل کی صفائی ہو کسی صورت محض دروغ

جب تک نہ ہر طرح سے صفا ہو مکان دل
ای عیش یار کی ہو اقامت محض دروغ

۱۳۵
سمجھے نہین خدا کو جو لطف و کرم دریغ — کتنا غضب ہی رکھین اطاعت ہم دریغ
نرگس مثال آنکھین ہماری ہین فرش راه — ہی حشم یہ کہ رکھنا نہ اپنے قدم دریغ
مرتے ہین اس ہی زیست پہ حسرت کا ہی مقام — جو وقت مرگ جسے رکھے ایکدم دریغ
خوابون مین کیجئے نہ پریشان خیال ہون — رکھا ہی ہمنے دل سے خیال صنم دریغ
ستر نہان جو کیجئے فدا جان سے جان نثار — سر بھی نہین ہی آپ سے سر کی قسم دریغ
ہی فرصت طلب کسے اور کسکو ہوش ہی — ساقی نے ہمسے رکھا اگر جام جم دریغ
دنیا اگر ولی ہی فردا یہ مین نہین — شاکی نہین جو ہمسے ہی جاه و حشم دریغ

چھوڑو ہمارا عیش عیش کا غمخوار یہ نہ تھا
کیون غم نہ رکھتا عیش سے رنج و الم دریغ

رکھنے لگا ہون آپ سے کیون سیم و زر دریغ
جب جان تک نہ مجھکو ہوا ای سیمبر دریغ

ہمت بندھا سے رکھنا چلا ہو ولا جو ساتھ
ہو راہ مین نہ زاد سفر ہم سفر دریغ

خود اپنی وعظ پر نہین واعظ ترا عمل
ورنہ وہ پند کیا ہو جو رکھے اثر دریغ

اک ہی نگاہ لطف سے تمنے چرائی آنکھ
تھی چشم یہ کہ مجھسے نہو گی نظر دریغ

خنجر بدست تم ہو تو مین بھی ہون جان بکف
سر کی مجھے قسم نہین تمسے ہو سر دریغ

خالی ہو شر سے خیر سے پر ہو وہی بشر
ہو خیر کے لیے نہ جسے تا بہ سر دریغ

بیدل بنا کے مجھکو گیا کیون کہین ولا
تھا مجھکو تجھسے کیا مرے لخت جگر دریغ

کیون عیش پہونچے منزل مقصود تک نہ وہ
رکھے رہ خدا مین نہ سر جو بشر دریغ

ردیف فا

طوفان رہی گریہ کا ہے سوز جگر ہی حیف
تجھسے نہوئی کہ خشک سمندر کی تری حیف

کم ظرف سمائی ہے یہ کیا راز کیا فاش
یون حسن کی اور عشق کی نہو پردہ دری حیف

رفتار دون سے دنیا کے تو ہوشیار و خبردار
اور دینی فرائض سے رہے بے خبری حیف

روشن ہے شب عمر سیہ کاری مین کھو لی
اندھیر کیا تو نے چراغ سحری حیف

دل اپنا نہ جو زنگ کدورت سے کیا صاف
کیا خاک سکندر رہنے کی آئینہ گری حیف

دل ایک نظر مین ہی نذر کر دیا انکی
بس آپ کی کیا تھی یہی صاحب نظری حیف

مقصد یہ دیا کسنے ہے کیا ہو گیا سودا
تمنے ہی خریدی ہے یہ خود در دسری حیف

کیا باتون ہی باتون مین اڑاتے ہو مرا دل
لو اڑنے لگے ہمسے بھی تم رشک پری حیف

سرتابی سر مو نہ اطاعت سے ہے مجھکو
اور انکو پسند یہ مری بیقدری حیف

محتاج کسی در کا نہ سائل ہو کسی کا
ای عیش غنی جو کرے دریوزہ گری حیف

۱۳۷ ہے خرد سے بشر نجیب و شریف — ورنہ ہے جسم تو رذیل و کثیف
شیر سے بھی قوی خرد سے ہے — گو بشر ہووے ناتوان و ضعیف
نیک کامون مین دل کو رکھ مصروف — تا کہ غالب نہ آسکے نفس حریف
جان من کیا تن کثیف سے کام — تجھکو ہے کیونکہ تو ہے پاک و لطیف
ہے ہر اک کام کا معین وقت — پیدا ربیع مین ہو نہ جنبش خریف
ایک دم پر مدار ہے جسکا — کیون نہ کہلائے جسم زار و نحیف

نہین دم کا بھروسہ ایک دم کا
عیش دنیا ہو یا گور نحیف

۱۳۸ مائل ہے دل کسی گل بے خار کی طرف — گلگشت کو نہ جائینگے گلزار کی طرف
آسیب دور سے تو کسے ہے نجات دیکھ — ٹھہرا کے دل کو گردش ادوار کی طرف
دیتا ہے جان عشق مین جو بہشت سکے — دیکھو تو حرص زاہد مکار کی طرف
تار نفس کہان رسن دار سے ہے کم — کیجے اگر خیال تن زار کی طرف
الحق مرے سچ ہے کہ حق گو کو موت ہے — حلاج حق ہی کہتا گیا دار کی طرف
کس سے لگی ہے آنکھ کہ نرگس ہے منتظر — ہے تاک و جھانک مین در و دیوار کی طرف
توبہ ہے بھولا شان غفوری پہ مین غفور — ہووے خیال توبہ و زنہار کی طرف
سودا ہے کس عزیز کو دل سے خرید کا — یوسف کو لے چلے ہین جو بازار کی طرف

روز حساب مستحق ہر سزا ہون عیش
ہووے اگر نظر مرے کردار کی طرف

۱۳۹ کار دنیا مین یہ ہوئے مصروف — نہین صرف عمر کا بھی ہے کچھ خوف
کنگھی چوٹی مین دل کو الجھایا — تن کی آرایشون مین ہو مشغوف
انکے تن ہو گا پارہ جامۂ تن — خواہ زربفت پہنئے یا صوف

تجھے دنیا کے ہین مرنے تا زیست — کار دین مرگ پر نکیے موقوف
خبر سے لی یہ نیکنامی بھی — شر کے کامون مین ہوگئے معروف
عمر کی ایک ایک ساعت بھی — کیسی انمول ہے نہین بیوقوف
یار من جان سے دشمنی ہو تجھین — اور دشمن سے اُسکے ہو مالوف
ق
اہل دنیا کے وصف ہون کیا کیا — کہ ہر ایک وصف سے ہین یہ موصوف
کیون نہو دین کمیت آٹھون گانٹھ — کہ سیر کاریون مین ہین مصروف
جسقدر ہے شمار ایک سے ہے — ایک ہر ایک عدد مین ہے مخذوف

دشمنون سے تجھے ہے ڈر کیا عیش
دوست تیرا جو تجھسے ہے مالوف

۱۴۱ تونے دل مین کیا ہے بیجا خوف — تو ہے آزاد تجھکو کسکا خوف
تیرے ہی دل کا وہم بنکر بھوت — رات دن تجھکو ہے دکھاتا خوف
تجھکو زاہد نہین ہے خوف خدا — ماسوا کا ہے کیون دلاتا خوف
ق
جانے دوزخ تری جہنم مین — اپنے سایہ کا تجھکو چھایا خوف
جاگ غافل نہ ڈر کے مارے مر — خواب باطل مین کیا ہے جھوٹا خوف
نہ جلا یا جلے نہ کاٹے کٹے — نہ گلا یا گلے تو پھر کیا خوف
غرق دریا نہو ہوا سے خشک — حی قائم مدام ہے لا خوف
جب یہ حالت ہے تیری کسکا غم — تجھکو کیا فکر اور کیسا خوف
جبکہ بیخوف اور نڈر ہیگا — تجھسے خود ڈر کے دور بھاگا خوف

اور ہے عیش کون تیرے سوا
ہوے پھر دل مین کسکا پیدا خوف

۱۴۲ ستم کیا نہ کیا دل کا آئینہ گر صاف — وہ ہمیسے آئین نظر خود ہی کیجیے انصاف

جو شیوہ آپ کا ہو بندہ پروری صاحب
تو بندہ پر نہین کیون ہوگا آپ کا الطاف

غفور نام اگر آپ کا ہو بندہ نواز
تو پھر قصور مرا کیون نہ کیجیگا معاف

فروغ کذب کو ہونا بہت بڑا اندھیر
ہو بحث شمع رخ مہر سے صریح خلاف

اشارہ نفس کشی پر ہو فاقتلوا نفسکم کا
موافقانہ کر رحم اسپہ اسکے خلاف

جہاد نفس مین کر جد و جہد مردانہ
صلح سے کام ہی کیا جنگجو کو وقت مصاف

نہ بندہ نفس کا بن اسطرح بھلے مانس
خدا کے بندے اسی پر بنا ہو تو شراف

نہ خوش علائق پہ دنیا کی تکیہ کرنا عیش
ہین معصیت کے بھرے چیتھڑے درون غلاف

گو ہو دل مین مرے خدا کا خوف
شکر ہو ہو نہ ماسوا کا خوف

جسم کو ہو زوال ہر ساعت
دمبدم ہو اسے فنا کا خوف

پھنس رہا ہو جو زلف دنیا مین
اسکے جی کو ہو ہر بلا کا خوف

ہین بلا دونون چاہیے سب کو
خوف کا خوف اور رجا کا خوف

پھر دنیا سے جب کنارہ کیا
خوف دشمن نہ آشنا کا خوف

ابتدا مین ہی شمع رو کا عشق
دے رہا ہو جو انتہا کا خوف

ہو گا دل خاک مثل پروانہ
مار ڈالیگا دلربا کا خوف

زال دنیا سے کیا امید وفا
جس سے رستم کو بھی دغا کا خوف

جب غرض ہی نہین غرض سے مجھے
عیش کیون ہووے التجا کا خوف

ردیف قاف

ہو نہ بندہ کو کردگار کا عشق
تو ہو پھر کسکا کون کار کا عشق

جسم دربند گر ہون کیا عاشق / فانیون کا کس اعتبار کا عشق
ہے جو مستی فقط نشہ شراب / شاید اسکو ہے چشم یار کا عشق
یار کو ہے جو پیچ و تاب مدام / ہے کسی زلف پیچدار کا عشق
قیس و فرہاد کیا تھے وحشی سے / تھا انھین دشت و کوہسار کا عشق

روح ہے پاک تن ہے فانی عیش
تجھکو کیون ہو تن زار کا عشق

چلا ہے ڈھونڈھنے تو اسکو پھر کہان مشتاق / کہین نشان نہین لامکان کا ہان مشتاق
خبر ہے مشک ختن دل اپنے کی نہ وحشی بن / مثال آہو کے بن بن ہے کیون تو وان مشتاق
نہ گرجا مین نہ حرم مین نہ دیر مین ہے صنم / ترے ہی جسم مین جان ہو کے ہے نہان مشتاق
نہ چھوٹ جائو نکلتی ہے تن سے جان جانان / تمھاری دید کو آئی ہے لب پہ جان مشتاق
تمھاری دید کو ہے باغ باغ بلبل گل / تمھارے جلوہ کو عالم جہان جہان مشتاق
بیان نہ نالہ نہ شیون نہ آہ کر خاموش / جو جذب دل تجھے لایا کشان کشان مشتاق
سنوارے جسنے وہ ہے مالک زمین و زمان / بگاڑ سکتا ہے کیا تیرا آسمان مشتاق
کریگا بحر اتھاہ پار ناخدائے عشق / جو بحر شوق ہے اس جوش سے روان مشتاق
لگے نہ داغ سفیدی پہ ہو سیاہ تر کا / شب شباب لٹی رہ سپید جوان مشتاق

ہو عیش کی اسے پروا نہو نہو کیا غم
منور عشق سے اسکے ہے شمع سان مشتاق

گر خدا اسنے سمجھ کے دی توفیق / چھوڑ تقلید اور کر تحقیق
مثل آئینہ صاف ظاہر ہے / نہین پنہان کسی سے نیک طریق
چشم دانش کو بند کرکے نہ چل / ہے چلن ایسا داخل تحمیق
ہو مساوی ہر اک پہ نظر انس / بندگان خدا مین کیا تفریق

کیا چالا کیون سے زر پیدا
ہمنے نرمی سے جو رفاقت کی
پڑرہی ہے یہ ڈوب دنیا مین

کیا لیاقت فقط یہی ہے لیئق
جو عدو بخت تھا بنا وہ رفیق
جسکو دیکھا وہ بحر غم کا غریق

عیش اسکا ظہور سب مین ہے
صدق دل سے یہ ہمنے کی تصدیق

غیر ہے کون ہو وے جسکا عشق
ہے حسینون سے عاشقون کی نمود
موج معشوق ہے حباب عاشق
غرق دریا مین ہو نچ موج حباب
تو ہی تو ہے تو پھر ہی عاشق کیا
عشق بھی ہے برائے گفتن نام

کیون نہ مجھکو آپ اپنا عشق
عاشقون سے ہوا ہے پیدا عشق
جس سے ظاہر ہے دونون در عشق
آپ ہی کہیے رہ گیا کیا عشق
کون معشوق اور کسکا عشق
غور سے دیکھیے تو کیا ہے عشق

دل سالک کی نیک راہی کو
عیش ہے ایک شغل اچھا عشق

دنیا باطل نہین تو ای مشفق
دن کی جنبش تو خواب شب مین نہین
اصل مین کذب و صحیح ہے دنیا
اہل دنیا کا یہ ہے اب حال
اڑرہے ہین ہر اک کے ہوش و حواس
چہرہ پر مردنی سی چھائی ہے
جلنے یہ کس دل و جگر کے ہین
کیا ہے دانا جو دیکھکر یہ حال

بخدا کہیے ہے جو کچھ حق حق
خواب شب کی نہ دن مین ہین مطلق
خواب کی شکل مین ہوئے کیا رونق
جھوٹ پر دے رہے ہین حقائق
دیکھیے جسکو رنگ رو ہے فق
اسپہ بھی زندگی کے ہین شایق
ہے ہمارا تو یان کلیجہ شق
نہ سبق لے وہ طفل ہے احمق

کون فارغ ہے فکر و غم سے عیش
کیا ہے دنیا مین غیر رنج و قلق

ردیف کاف تازی

خواہش وصل مین ہے کاہش ہجران بیشک — کیون کہین ڈھونڈھین کہ ہے پاس ہی جانان بیشک

جو رکھے پاس نہ ایمان کا نہ طبع عادل — وہ ستمگر ہے لعین زادۂ شیطان بیشک

کفر بیشک ہے شبہ لانا کلام حق پر — ہے یقین پر ہے یقین چاہیے ایمان بیشک

نہ کفن چاہیے مُوے کو نہ درکار لحد — زیست مین چاہیے آرام کا سامان بیشک

کیون عفو چاہے نہ تقصیر خدا سے اپنی — کہ خطاؤن سے مرکب ہے یہ انسان بیشک

ہیچ یا وہم ہے دنیا نہ لگا دل اسمین — ہان نہین ہے مرض وہم کا درمان بیشک

عیش جو رام بھروسے ہین انھین کس کا ڈر
کہ ہے صدمات و بلا مین وہ نگہبان بیشک

قطعہ

روح ہر لوث سے ہو صاف و پاک — کیون نہ آزاد ہو سے اور بیباک

کیون مکدر طبع ہو ذی جسم — گر ازل سے بنا ہے تن ہی خاک

سرخ چہرہ کیا پھلا کے گال — کس پہ پھولا ہے اسمین ہے کیا خاک ق

جبین بو باس تک خوشی کی نہین — کیا ہے دنیا وہی تیتی ڈھاک

دور کر قرب دل سے حرص و طمع — پاس آنے نہ دے خس و خاشاک

گدلا کر دین نہ تیرا آب حیات — تجکو لازم ہے رکھنا صاف و پاک

شعبدے نت نئے دکھاتا ہے — دل بڑا مفتری ہے اور چالاک

خواہشات دلی کے پردے کو — دست دانش سے اپنے کر دو چاک

ہاے مٹی پلید نفس نے کی — نہوا پاک یہ سگ ناپاک

عیش اصلی سے علیش کو ہی کام
کیا غرض غم سے ہوے کیون غمناک

نقش دوئی اپنے دل سے کر حک — گر ایک یقین نہ دل مین لا شک
ہی خواہش وصل تجھکو کس سے — کیون تیری طلب ہی مثل کودک
آئینہ جہان مین اہل دنیا — سایہ ہین کہ تیرا عکس ہی یک
بیگانہ ہی کون ای یگانے — ہی تیرے سوا نہ کوئی بیشک
بیہوش ہوتا کہ دل سے درپے — دین ردّ و قبول پھر نہ دستک
ہو قریب خودی سے اسقدر دو — ہو وے نہ خیال جسم و جان تک

ای علیش ہو محو جان جان مین
خاموش ہو کیون لگائی بک بک

رات گذری اب نہین غفلت ہی نیک — جاگنے کو صبح کی ساعت ہی نیک
جاگ ای غافل کہ تڑکا ہو گیا — دن مین سونے کی نہین عادت ہی نیک
کب تلک سوئیگا ای خوابیدہ بخت — اپنے سونے کی نہین رغبت ہی نیک
تجھکو اپنے نیک و بد کی بھی ہی ہوش — بدتمیزی کی نہین خصلت ہی نیک
زندگی دم بھر ہی کار خیر کو — ڈھونڈھتا تو کونسی ساعت ہی نیک
کسی صورت اپنا باطن صاف کر — کیا ہی گر سیرت نہین صورت ہی نیک
ہوئے بدعقلی سے مشکل کار سہل — مشکل آسان ہو اگر ہمت ہی نیک
مال کیا ہی مال جسکا بد مآل — ہو نہ جس سے خیر کیا دولت ہی نیک
تا تو دونون بیکسون کو دے مدد — ای توانا تب تری قوت ہی نیک

بد نما ہی صحبت دون دشمنیہ
علیش دنیا سے تجھے نفرت ہی نیک

ردیف کاف فارسی

۱۵۱
کیسی یہ غضب ہے عشق کی لاگ ... ہجر کا ہی دی سینہ مین مرے آگ
گذری شب عمر سوتے سوتے ... تڑکا ہوا غافل اب تو تو جاگ
ہے توسن نفس جست و سرکش ... (ق) ڈھیلی دم بھر نہ چھوڑنا باگ
ایسا نہو یہ زمین پہ ٹپکے ... اور خاک مین مل نہ جاے بیرا
واجب نہین دل سے سازگاری ... چھیڑے نہ کہین کوئی نیا راگ
ممکن نہین ہو تدرو رفتار ... اپنی ہی نہ چال بھولنا کاگ

بچ دنیا کے دام زلف سے تمکین
سر پیچ ہے اسکا سر بسر ناگ

۱۵۲
کیسا نقاش ازل نے بھرا تقدیر کا رنگ ... تو جسے دیکھکے ہے چہرہ تدبیر کا رنگ
بیطرح چمکے ہے کچھ اب تری شمشیر کا رنگ ... اڑ رہا ہے جو ہر اک عاشق دلگیر کا رنگ
سوز غم سے ہون جلا خاک سے خاکہ بھرلے ... نہین کچھ چاہیے مانی مری تصویر کا رنگ
کب سے ہنستا ہے یہ صیاد نظر کرکے تو دیکھ ... کسقدر شوخ ہے زخم دل نخچیر کا رنگ
شوق دیدار سے لب پر مرے آئی ہے یہ جان ... لیجا ان پہ جو ہے پان کی تحریر کا رنگ
خاک مین ہنسنے لاکون بگاڑا نہ جوان ... لیکن اتبک نہین بگڑا فلک پیر کا رنگ

چمن زیست مین کیا کیا تجھے دکھلائی بہار
دیکھ تو عیش تو نے گل تقدیر کا رنگ

۱۵۳
گو جہان کے ہین نقش رنگا رنگ ... ہین خیالی کہ جنکا جھوٹا رنگ
لایا ہے پاک صاف رنگ سفید ... خاک عصیان سے ہو نہ میلا رنگ
تو ہے بیرنگ رنگ سے کیا کام ... کچھ ہو نیرنگی جہان کا رنگ

بازی پائی نہ سرخروئی ہی
گو بہر رنگ کوئی کھیلا رنگ

رنگ دنیا مین مل نہ زیر فلک
اپنے منھ پر نہ مل یہ نیلا رنگ

رنگ قسمت سے گر بچاؤ نہین
دامن اعمال پہ ہو ہلکا رنگ

دل جو کشتہ کیا بنا اکسیر
عیش کندن سا تیرا چمکا رنگ

گر جوانی مین بن کے بگڑا رنگ
نہ نشے کا کبھی بنایا رنگ

کچھ ہنر بھی بسنت کی ہی تجھے
گل کھلے کیا بچا ہی کیسا رنگ

گو کہ ہین جان کے پڑے لالے
فق ہی چہرہ ہوا ہی پیلا رنگ

ہی شرابور مست دنیا مین
سیہ کاری کا پاسکے کالا رنگ

نار دوزخ سے بال بال بچا
ہولی والون سے جو نہ کھیلا رنگ

تیرے دامن سفید پہ چھینٹا
چڑھ نہ جاے کہ ہی یہ گہرا رنگ

نہ لگیگا یہ تا بہ روز حشر
کب یہ چھوٹا ترا چھٹایا رنگ

عیش اچھی ہی سب سے بیرنگی
اور کوئی نہین ہی اچھا رنگ

نام سے تن کے کیون نہ آئے ننگ
مرغ جان کے لیے قفس ہی تنگ

فی الاصل سادگی و بیرنگی
یہ ہی اصلی نہ رنگ رنگا رنگ

رنگ رنگون سے تو نہ مرأت دل
کہ بہر رنگ ہین یہ باعث ننگ

دل جو بگڑا تو کیا بناؤن مین
مین نے کی آشتی تو اسنے جنگ

دل جو بیتاب ہو کے تڑپائے
رہے سینہ پہ کیسے صبر کا سنگ

چل چکا راہ نیک توسن نفس
ہر قدم پر جو مارے سو پشتنگ

دل کو نفرت اگر ہو دنیا سے
چھوٹتے ہین پھر اسکے کیا ہی درنگ

لے حسرت کہ شیب کا ہو عروج — پھر بھی دل مین شباب کی ہون اُمنگ

عیش قربان ایسے صانع کا
جسکی صنعت پہ عقل کل ہو دنگ

ردیف لام

۱۵۱
کیا شے ہے یہان نذر دلآرام کے قابل — اک جان ہے مگر وہ نہین اس کام کے قابل
کیون اہل خرد جان کو دنیا کی نذر دین — یہ ہالتی گھر ہے اسی کہرام کے قابل
بچہ بھی تو روتا ہے کہ کیون پیدا ہوا مین — کب نیک ہے آغاز بد انجام کے قابل
جب مرتا ہے کوئی اسی حسرت سے ہے رتا — سو حسرتین چھوڑی ہین سرانجام کے قابل
روتے ہین لہو اُسکے لیے خویش و بیگانے — کیا اسکا گلو تھا اسی صمصام کے قابل

اے عیش نہ رکھ نام و نشان خود ہی مٹا دے
رکھتا جو نہین حالت تن نام کے قابل

۱۵۲
خود کام نہین اور کے آرام کے قابل — کس کام کی وہ شے جو نہین کام کے قابل
بھیجی بھلا کسطرح ہو سکتی ہے اپنی — کیا چیز یہان ہے دل ناکام کے قابل
لیجا ورق سادہ مرے دل کا صبا تو — ق — اک کام ہے میرا ترے انجام کے قابل
اور دے کے اُنھین کہنا کہ یہ تم پہ عیان ہے — ہے راز نہان نامہ نہ پیغام کے قابل

ساقی تری رحمت کا ہے طالب دل عیش
دے بادۂ توحید اسے جام کے قابل

۱۵۳
عیش اچھی نہین محبت دل — روک ہر اک طرف سے رغبت دل
کیا سنواریگی میرا دنیا اور — بگڑی ہے ہر طرح جو حالت دل
زن و فرزند و مال و دولت کیا — ہیچ اور ہیچ اسکے الفت دل

سادہ رو ناہوش بر اہی غبار
نہین زیبا تجھے کدورت دل
منھ بنائے ہی پھیر بھی بد باطن
کسی صورت نہین وہ صورت دل
توشۂ روح پاک یہ ناپاک
نہین شایان ترے وزارت دل

عشق کے آتے ہی ہوا بیتاب
عیش کیا بس یہی تھی طاقت دل

۱۶۱ کی ہی بدخواہشون نے سیرت دل
کون صورت ہو نیک صورت دل
ناتوان ہین ہی چرخ رنج افزا
دیکھ سکتا نہین ہی راحت دل
اسقدر ناتوان یہ کو عشق
قابل رحم ہی مصیبت دل
نہ گرائے کہین یہ سر کے بل
ق کہین برپا نہو شرارت دل
توسن بدلجام ہی یہ نفس
اور مائل بدی یہ عادت دل

عیش کیا تو جو سمجھ غلط یہ کیا
نہ مٹی تجھسے ایک کلفت دل

۱۶۲ نمود کیا ہی جہان کی فقط سراب کہ جل
وگرنہ جو نظر آتا ہی ہی فنا بالکل
نسیم پورا کھلانے نہ پائی تھی غنچہ
یہ گل کھلا کہ چراغ حیات گل ہوا گل
بہار گل جو دو روزہ ہی تو نہ کھل اسیر
خوشی سے پھول نہ اتنا نہ چہچہا بلبل
نہ ہنسیے برق نمط اب رہا چھپا کیا ہی
کہ ابر سان مرے گریہ سے راز سب گیا کھل
جھکا سے وقت عطا گردن اپنی اہل کرم
شیشۂ صراحی کی جو ہی یاں غم سے قلقل

نہ صاف صاف یہ کہنا کہ وہ مکدر ہین
کہ عیش پہلے ہی غم سے مرا ہوا ہی قل

۱۶۳ روح ہی آفتاب چرخ جلال
ذرہ ذرہ ہی جس سے فیض مآل
روح ہی وہ مہ سپہر کمال
نقص جسمین نہین نہ جسکو زوال

پاک ہی روح جسمین کیا ممکن پاسکے دخل خرج یا ادخال
روح ہی یہ محیط ہر دو جہان اہل عالم ہین سبکے جسم کے خال
روح وہ بیکران سمندر ہی قطرہ قطرہ ہی جسکا بحر کمال
جسم وہ ہی جو لحظہ لحظہ پر ہی تغیر پذیر و نقص بحال
جسم بے روح کیا ہی مردہ ہی جسکا زندہ سمجھنا امر محال
کب ہی اصلی جہان فرضی ہی جو ہی قائمؔ فقط بہ وہم و خیال
ابتدا نیست انتہا ہی عدم بلکہ ہی نیست بھی برائے قال
نیست جو ہو تو کیا کہین اسکو نیست کا ہیچ دعوئے اشکال

جسم فانی سے عیش دل نہ لگا
اسکی خاطر اٹھا نہ رنج و ملال

۱۷۴
مٹے خیال جو دل کے تو مر مٹا خود دل رہی نہ باقی جو خواہش ہو افنا خود دل
قسم خدا کی دیا خود خودی کو تونے دخل بڑھا غرور تو فرعون بن گیا خود دل
علاج اپنے کیے کا ہی کیا جو کہین خواہش طرح طرح کی بلا مین ہی مبتلا خود دل
بنا ہی فکر عبث جادۂ طریقت پر چلیگا کون جو ہاتھون سے کھو دیا خود دل

جو اسکو چھوڑ دیا مطلق العنان ای شیخ
بگاڑا تونے ہی سرکش بنا دیا خود دل

ردیف میم

۱۷۵
اگرچہ شب کی شبستان خواب اس جا پر عیان ہین ہم مگر آخر صبح کو سب کی نظرون سے نہان ہین ہم
اٹھاتے ہین تمھارے عشق کا کوہ گران سر پر توانائی یہانتک کہتے ہین گو ناتوان ہین ہم
دلا ہین تیری دلداری کا کیا تجھکو یقین ہی دل مطمئن تیری جانب سے جو اس بدگمان ہین ہم

...شائے بیخودی مین مست ہین ہم ہمہ مون استنے — کہ اتنا بھی نہین معلوم کیونکر ہین کہان ہین ہم
...ملے خانہ دل سے کبھی رکھو نہ پا باہر — اگر ہر دل مین جا کر تو یہ حیران جان جان ہین ہم

پڑے ہین میکدہ مین یا سر دیر و حرم مین عیش
غرض ہین یاد مین مصروف انکی ہی جہان ہین ہم

۱۲۶
عجب کیا دل ہی فدا کرتے ہین ہم — جان جان پہ جان تو مرتے ہین ہم
ہے ازل سے عشق عاشق حسن کا — کیا عجب گر آپ پر مرتے ہین ہم
خالی دم ہی دے رکھا ہے وصل کا — کسلیے دم زیست کے بھرتے ہین ہم
نالے کیا کیجیے کہ ہین خارا شکن — کسی نازک طبع سے ڈرتے ہین ہم

عیش ہے افعال بد کا اپنے غم
ہاے جو کرنا نہین کرتے ہین ہم

۱۲۷
تیغ جانان پہ سر جھکائین ہم — سر نوشت اپنی آزمائین ہم
یہ بندھی ہے ہوا کہ بگڑے دل — گر ہوس کو ہوا بتائین ہم
ہو جو طاقت کسی مین سننے کی — حال دل کیون نہ کہہ سنائین ہم
حیف بگڑتے ہین کب وہ سنتے ہین — ایک کیا بات سنو بنائین ہم

نہین ہین بجز دل لگی لگانا دل
عیش کیا کس سے دل لگائین ہم

۱۲۸
مثل موسی خودی جلائین ہم — تو بہر طور طور پائین ہم
شمع نادان کی ہے دل جو بجھے — دل جو روٹھا تو کیون منائین ہم
عمر رفتہ کا مل سکے نہ سراغ — نقش ہستی بھی گر مٹائین ہم
ذرہ ذرہ سے نور ہے تابان — راز خورشید کیا چھپائین ہم
ہے کہان اور کہان نہین وہ عیش — ڈھونڈھنے اسکو کیسے جائین ہم

۳۴۷۰۱

چشم دید یار کا یارب نہو آزار چشم — خواب راحت پا نہین سکتا کبھی بیمار چشم
چشم وا اگر ہو نہ غافل راہزن اس راہ مین — ڈال لیتے ہین دھول اسپر بھی جو ہو ہشیار چشم
مردمو دل کو صفا کرلو جو چشم دید ہو — کیونکہ جز آئینہ ہو سکتا نہین دیدار چشم
کیا لڑائین آنکھ دنیا تجھسے صلح و جنگ کیا — خود ہین ہم خستہ جگر بیکار ہے بیکار چشم
چشم آسائش کہا لیکن عجب کیا ہو تمام — کام اسکا جسکے دل پر کارگر ہو کار چشم
لگ گئی ہو نظر بد یا لگ گئین آنکھین کہین — بد نظر آنے لگے جو آپ کے آثار چشم

ہو رہے کیا حال بستگی یان جبکہ مثل عنکبوت
جا لگا اسمین ہی ہو ہر یان عیش اپنے تار چشم

گذرا جو وقت کیا نہین معلوم — دم ہوا ہو گیا نہین معلوم
یہ لتا کیا ہی غور کر خود ہی — پھر نہ کہنا خدا نہین معلوم
جان نکلنے پہ کیون ہے مردہ جسم — جان سے تن کیا جدا نہین معلوم
کیون بڑھائی ہے حد سے بیخبری — نقش غفلت ہوا نہین معلوم
ہاے کیون مطلق العنان چھوڑا — حال کیا نفس کا نہین معلوم
یہ وہ دشمن ہے دم بدم جسکا — دیگا سر دم دغا نہین معلوم
رائگان اپنا وقت ضائع نہ کر — زیست کی کیا فنا نہین معلوم

کون سنتا ہے عیش تیری
تو نے کیا کیا بکا نہین معلوم

کیون ہے تن پر فدا نہین معلوم — اسکی کیا ہے فنا نہین معلوم
بد خرد تجھکو اپنا نیک و بد — خود تجھے کیا بھلا نہین معلوم
حسب اعمال ہوگی تجھکو سزا — کیا یہ ہے نا سزا نہین معلوم
چپکے چپکے نہفتہ باطن مین — دل نے کیا کیا کیا نہین معلوم

چل گئین سیکڑون جفا کی تیغ
زخم گو ظاہر انہین معلوم

کیون بہاتا ہی اشک کیا ہی چشم
یہ دُر بے بہا نہین معلوم

غم دنیا کا عیش کیا ہی غم
ہی فنا سب کو کیا نہین معلوم

ردیف نون

۱۶۲

دوزخ و خلد اہل دین کیا ہین
احتمالی کہ بالیقین کیا ہین

ہین اگر آسمان پہ دوزخ و خلد
رنج و راحت یہ بر زمین کیا ہین

ڈھونڈھین دیر و حرم مین کیا جا کر
کیا نہین وے یہان وہین کیا ہین

زندے مردے ہون مردے زندے ہون
عشق کے معجزے نہین کیا ہین

اُٹھ بروے نیاز بیٹھا ہی کیا
ناز دنیا کے دل نشین کیا ہین

رہ گذر ہی نہین یہ جاے نشست
دیکھ اُٹھکر ترے کمین ہین

دور کی سوجھتی ہی یہ بھی تو دیکھ
خواہشین دل کی ہمقرین کیا ہین

طمع حرص و غضب نہین گر اور
مار پروردہ آستین کیا ہین

گر یہ دنیا سراے فانی ہی
عیش جو اسکے ہین مکین کیا ہین

۱۶۳

زلف و رخ پر جو نظر شام و سحر کرتے ہین
جان و دل اپنا نذر شمس و قمر کرتے ہین

جب تصور کی نظر سے بھی حذر کرتے ہین
دیکھین کیا اُنکو نظر ہونے کا ڈر کرتے ہین

یہ قدر دانی تمھاری ہی و گرنہ ہین کیا
اسقدر جو کہ مری آپ قدر کرتے ہین

نا سپاسا ترے شکوے ہین ای دل بیہودہ
شکر کر شکر کہ یہ نالے ضرر کرتے ہین

فاش کیون حال مرا کرتے ہین طفلان سرشک
یہی رونا ہی یہ کیا لخت جگر کرتے ہین

رہیں خوش کسطرح دنیا ہی سراپا غم و رنج
خانۂ غم میں بسر زیست بشر کرتے ہیں
کیف دنیا کی بجز اسکے نہیں کیفیت
کچھ ذی ہوش ہیں عبرت سے نظر کرتے ہیں
کاٹے گا بویا جو کچھ ہی ترا کشت عمل
تیرے افعال یہ تجھپر ہی اثر کرتے ہیں
بیخبر گر رہے اپنے ہی ترے لیل و نہار
ہو گا ثمر کا ترا ہم تجھکو خبر کرتے ہیں
خیریت یہ رہی مجبور مقدر نے کیا
ورنہ کیا کرتے بشر اب بھی جو شر کرتے ہیں

جاگ جاگ علیش سحر ہو گئی منزل ہی کڑی
اتنی غفلت بھی کہیں اہل سفر کرتے ہیں

دوست جانا جسے جانان وہ ہی جانی دشمن
نفس نفس ہی جسکا نہ ثانی دشمن
کیا ضعیفی کا ہی غم دوست کی قربت ہی قریب
شکر کی جا ہی ہوئی دور جوانی دشمن
کاروان چل دیا بیدار ہو غافل اٹھو
تا بہ کی خواب یہ کیا لبنی ہی ثانی دشمن
جاؤ لا زلف میں دنیا کی بلا سے میری
تشو کہیں بند مگر ایک نہ مانی دشمن
خاکساری سے ہی نفرت یہ ہی پیکر کی
آبرو کو لگے آتش کہ ہی فانی دشمن
خاکساری سے بسر چاہیے کرنا خاکی
آتش غصہ پہ ہاں ڈال دے پانی دشمن
ربط رکھو سب سے جو ہی ربط عناصر سے
کہ کسی کے بھی نہیں اہل معانی دشمن
نہ کوئی دوست کسی کا نہ عدو ہی کوئی
کہنے کو دوست فسانہ ہی کہانی دشمن

علیش دنیا میں پھنساتے ہیں جو یہ ظاہری دوست
انسے بچ علیش کہ ہیں ظلم کے بانی دشمن

دیکھیے دیکھیے کیا خوب تماشا ہوں میں
آپ ہیں عکس فگن آپ کا سایا ہوں میں
ظلمت اندھیر ہی کیا گر کہوں ظلمت کو نور
نور ہیں خود ہوں اگر انکا اندھیرا ہوں میں
عین ہوں نور بصر فرق نہ اسمیں تل بھر
گو سمجھیے دور یک دیدۂ بینا ہوں میں
گر جدا دیکھتا ہوں ہوں نہیں میں بھی جدا
دور سمجھیگا پاس ہی رہتا ہوں میں

آپ ہی آپ ہین کیا پیرا بگڑتا تنہا
ہی ظہور آپ کا سایہ بھی جو تنہا ہون مین
گو بظاہر نظر آسے مری تولید و فنا
کبھی پیدا نہین ہوتا نہین مرتا ہون مین
آپ سے ہی مری تولید ۔ فنا آپ ہین ہی
ہی نمود اری مری آپ سے پھر کیا ہون مین
غیر آئینہ کوئی چہرہ خود دیکھے کیا
حیرت وحیف نہ جو دل سے مصفا ہون مین
قطرے دریا سے ہین گر قطروں سے دریا بزرگ
کتنا ہی خورد ہون قطرہ ملے دریا ہون مین

جاسے غیرت ہی کہ دیکھے غیر کوئی اپنے کو
عیش مطلوب ہون خود طالب یکتا ہون مین

سیہ مستی سے باز آ ہوش کر عہد جوانی مین
کہین لغزش نہ کھاسے پاؤن جاسے مستانی مین
توانائی ہو گر تجھ مین اٹھا سر کو نہ بل کی سے
گریگا سر کے بل تو ورنہ چاہ ناتوانی مین
ہم شیر و شکر ہم تم ہین تلخی کی نہ بات اک بھی
یہ شیرینی کہان فرہاد و شیرین کی کہانی مین
گرتا ہون کی سیاہی سے بچانا اپنے دامن کو
کہین دھبا نہ لگ جاسے لباس زندگانی مین
غضب ہی چشم سے برتاؤ آب جسم خاکی ہو
بجا طبع روان خاکی نہ بھڑکا آگ پانی مین
شکایت اپنے عملون کی ہی شکوہ بخت بد ہی ان
نہین اے مہربان کچھ شک تمہاری مہربانی مین
نہ لیجے موت خود سر پہ نہ دیجے دلبرون کو دل
رکھا غیر از فنا کیا ہی کسی کے جسم فانی مین

خوشی سے عیش اپنا کیا شگفتہ غنچہ دل ہو
خزان کا مکر لاحق ہی بہار زندگانی مین

جدا ہونگا نہ تجھے دل سے خواہش کی بدی مین
چل ہٹ بدی سے دل مین نہ جگہ دونگا کبھی مین
کر جہد کہ بنتا ہو تو ہی سب کا مل
تکمیل و ترقی کی یہ طاقت ہی کسی مین
اثبات ہوا یہ صفت عدل سے عادل
ہی دخل شفاعت نہ ترے امر و نہی مین
یہ بات کہ بہرہ وہ نہین کوئی بھی دل کا
افسوس ہی کس سے کہون درد دلی مین
اچھا نہ برا مانونگا بکنے کا اسکے
وہ نیک سمجھتے ہین اگر میری بدی مین

دل ہی نہ مرا اپنا تو پھر مرنا ہی کیا ہے
کیون جینے سے بیزار ہو کیا آئی یہ جی مین

خندہ کی ہے جا عیش ترا گریہ ہے عجب
کیا موقع محل رنج کا ہے عیش و خوشی مین

غزل

بچشم غور دلی ہم جدھر کو دیکھتے ہین
وہین پہ جلوۂ رشک قمر کو دیکھتے ہین

وہ آ گئے نہین بیجا بجا ہے فکر مکان
ہے پاک صاف بھی ہم دل کے گھر کو دیکھتے ہین

بنے ہین اہل طمع زر خرید زر کے غلام
کہ زر کے ملتے نہ عز و فخر کو دیکھتے ہین

صفت کبھی نہین موصوف سے جدا ہوتی
ہر ایک کوزہ مین ہم کوزہ گر کو دیکھتے ہین

نہ حال پر مری کیون زار زار روئین ابر
بچشم رحم مری چشم تر کو دیکھتے ہین

جو قدردان ہین نہین دیکھتے ہین شکل و لباس
دلیل اہل ہنر کے ہنر کو دیکھتے ہین

سنا ہین عیش تری خیر کیا بھلا ہے نفس
جو بشر بیتا سے برون پیر سے ثمر کو دیکھتے ہین

غزل

دل آج ہم بھی تمھارے ہنر کو دیکھتے ہین
کہ قتل کیا ہو وہان اس اثر کو دیکھتے ہین

ذرا تو درون کی جانب نظر ہو اہل نظر
اس آب و تاب سے کیون یہ کدھر کو دیکھتے ہین

ہماری آنکھ بھی پتھرا گئین بت دل سنگ
شتاب آئیے ہم کب سے در کو دیکھتے ہین

کچھ ایسے پڑ گئے ہین پیچ زلف دنیا مین
بلا مین مبتلا ہم ہر بشر کو دیکھتے ہین

سرشک رشک ندیدون کے طوف دیدۂ ابر
نہ کیون بہائین مری چشم تر کو دیکھتے ہین

ہے چشم زخم زمانہ کا ڈر جو ہم خود پر
تمھارے لطف و کرم کی نظر کو دیکھتے ہین

نہ نبھ سکیگی ہماری عروس دنیا سے
کہ عیش زور نہ پاس اپنے زر کو دیکھتے ہین

ایضاً

ساقیون مین ہون نہ مستون مین نہ مئے خوارون مین ہون
پر تمھارے نشۂ الفت کے سرشارون مین ہون

ساقیو دل اپنا بھر بھر کر شراب انس سے
دم بدم لاتا ہون مین بھی فرد ہشیارون مین ہون

چشم دل سے مین نے دیکھی جب سے چشم نرگسی
کچھ نہ پوچھو میری حالت سخت بیمارون مین ہون

بے نقط یہ چنیں ہے سودا ہوا کیا دوستو
چھیڑنا بے سود ہے میرا جو ناکارون مین ہون

بے تکلف ناز سو کیجیے کہ جا سے فخر ہے
نازنین مین بھی تمہارے نازبردارون مین ہون

میرا درمان کیجیے بھر دیجیے جام مراد
چشم میگون کا تمہاری مین جو بیمارون مین ہون

کیا غم ہجران کا غم ہے طلیش تم مرتے ہو کیون
حضرت دل سے تو پوچھو جسکے غمخوارون مین ہون

ای بصیر دلنشین خود دیکھنا منظور نہین
ورنہ وہ آنکھ سے پتلی کی طرح دور نہین

چشم ظاہر سے اُسے دیکھنا مقدور نہین
ورنہ وہ آنکھ سے پتلی کی طرح دور نہین

کیون نہین دیکھتے تم ہے یہی حیرت سب کو
اور یہ آئینہ ہے ہر جا پہ مستور نہین

مہ و خورشید فلک ہین ترا اونسے جلوہ
کونسی شے ہے یہان جسمین ترا نور نہین

ماہ سے ماہی تلک کوہ سے تا کاہ مین تو
دیدۂ دل سے جو دیکھون تو کہان طور نہین

دیکھنا دیدۂ دل سے بھی ہے جسکا دشوار
چشم ظاہر سے اُسے دیکھنا مقدور نہین

دار فانی مین جو روشن کرون اسرار نہان
شمس تبریز نہین مین کوئی منصور نہین

غم دارین نہو عیش کو ہو قرب نصیب
میرے خالق یہ ترے فضل سے کچھ دور نہین

لا سکے تاب تجلی کوئی مقدور نہین
ورنہ وہ آنکھ سے پتلی کی طرح دور نہین

نکلے پہلو سے وہ دل جو نہو شیدا تیرا
شق ہو سینہ جو ترے عشق سے معمور نہین

پھوٹے وہ آنکھ جو غیرون پہ پڑے تیرے سوا
کور بہتر جو تری ناظر و منظور نہین

نہ سنا جسنے ترے وصف کو وہ گوش ہون کر
وہ زبان گونگی ہو جسپر ترا مذکور نہین

چھوڑ دو پھر خدا اب تو بتو سنگدلی
کونسا شیشۂ دل ہے جو ہوا چور نہین

وہ حسین تم ہو ہوا جسپہ خدا خود عاشق
شیفتہ ایک پری ہی نہین یا حور نہین

کیا ہی جو مردہ دل ای علیش تجھ ایسے جاگے
نالۂ عشق اگر ینفخ فی الصور نہیں

گر نہ تیرا ہدف تیر قضا بن جاؤن
تو ہی کہہ تیر فگن اور میں کہاں بن جاؤن

ہی سزا وار غم ہجر دل اپنا لاریب
عین وصلت میں غضب ہی کہ جدا بن جاؤن

شک ہی کیا فرق خودی اور خدا میں ہی کمال
ہی یقین بیخودی ہو تو خدا بن جاؤن

ناصحا تم بڑے بھولے ہو بھلی بات کہی
آپ کی مانوں نصیحت تو بھلا بن جاؤن

مصلحت ہی یہی دل مانگ لوں اپنا واپس
تھوڑی سی بات پہ میں انسے برا بن جاؤن

غیر کا عشق نہیں علیش ہوں خود عاشق خود
مرض جب دور ہو جب خود ہی دوا بن جاؤن

دل کو جسے کہ رسائی کرتے ہین
ہم بھی قسمت آزمائی کرتے ہین

اللہ اللہ یہ قدح سا موشی
گویا بیت ہی خدائی کرتے ہین

راست یہ ہی کہ آپ سیدھوں سے
ہیچ پیچ ادائی کرتے ہین

نہیں کیا آپ اور دل آزاری
ہم ہی ہاں بیوفائی کرتے ہین

محفل رلا رلا کے مجھے
آپ کیوں جگ ہنسائی کرتے ہین

کیا برا وقت ہی کہ ہم دشمن
یار جس سے بھلائی کرتے ہین

در اقدس پہ رات دن لا فرق
ہم وہ خود جبہ سائی کرتے ہین

جانی ہم آپ ہیں دو تن یکجان
آپ کیونکر جدائی کرتے ہین

نہیں جاتی سیاہی زنگی سے
آپ کس سے صفائی کرتے ہین

طالع نارسا سے کیا امید
تمسے کب وہ رسائی کرتے ہین

زیادہ پارسا کی صحبت نیک
علیش جو پارسائی کرتے ہین

١٨٥

جو کسی سے بھلائی کرتے ہین — کیا بھلا ہم برائی کرتے ہین
نیک نیت سے دل جو دیتے ہین — کیا بھلا ہم برائی کرتے ہین
کہتا ہی جو برا بھلا ناصح — کیا بھلا ہم برائی کرتے ہین
نفس بد کو سزا جو دیتے ہین — کیا بھلا ہم برائی کرتے ہین
سوچتے ہین جو نیک و بد اپنا — کیا بھلا ہم برائی کرتے ہین
کیون ہو بدظن کوئی بھلا مانس — کیا بھلا ہم برائی کرتے ہین

ہمسے کیون رنج کوئی مانے تمکین
کیا بھلا ہم برائی کرتے ہین

١٨٦

گر شعلۂ عشق باعث سوز دروں نہین — سینہ مین پھر قرار مرے دل کو کیون نہین
قبلہ کی جا سمجھتے ہین سب تیرا آستان — وہ کونسا ہی سر جو یہان سرنگون نہین
صحرا بصحرا ہو کو کیون ہی دوا دوش — گر عشق چشم یار کا اسکو جنون نہین
افشائے حال کرتے ہین سب پیر طفل اشک — جاہے کسی سے حال مین اپنا کہون نہین

ای تمکین اٹھ پسارے کے بیٹھا ہی پانون کیا
آرام کی جگہ تو یہ دنیائے دون نہین

١٨٧

کیون نہ یاد آئین یار کی باتین — نقش دل ہین نگار کی باتین
یون ہی شیرین زبان عزیز جہان — جیسے پیاری پیار کی باتین
نہین آئینگی کام ای ناکام — نفس سے نابکار کی باتین
جمع خاطر ہو جس سے ایسی کہہ — نہ کہو انتشار کی باتین
مانو مت مانو سُن تو لو مخدوم — اپنے خدمت گذار کی باتین
پست ہمت نہ بنئے سُن سُن کر — کسی غفلت شعار کی باتین
یاوہ گو طول دے تو سمجھے کون — شتر بے مہار کی باتین

اور بیچین کرتی ہین اسے عیش
اس دل بیقرار کی باتین

پوچھتے ہو کیا جی یہ ناتوان کچھ بھی نہین
یوہین مشت خاک ہی پر ہمین جان کچھ بھی نہین

جو حریف آہ سوزان یہ دل پرداغ ہی
کیسا گلشن ہی جسے خوف خزان کچھ بھی نہین

کھو رہا ہی جان تو کس کس کو گھر کے عشق مین
ہی فقط وہ کامیان ورنہ وہان کچھ بھی نہین

کچھ تو ہی جو سہ رہا ہی ہر کس و ناکس کی تو
ورنہ ایسا کیا ترے منھ مین زبان کچھ بھی نہین

پیٹتا اپنا سر پہ کیسے وہ غم کے مارے نوحہ گر (?)
خاک ہی ہین زمین و آسمان کچھ بھی نہین

شکل تصویر دیدۂ دل کا تماشا ہی قصور (?)
وہ عیان چون شمس روشن ہی نہان کچھ بھی نہین

عیش پہونچا اس بلندی پر مرا مرغ خیال
جسکے قابل لامکان کا آشیان کچھ بھی نہین

کیون غافلو گذارتے ہو عمر خواب مین
اچھا خیال آپ کیا ہی سراب مین

دین دل مین جا صنم کو یہ بیجا ہی قال و قیل
گذری ہی عمر بحث عذاب و ثواب مین

کچھ شر ہی کام عقل سے لے ہی بشر وہی
ورنہ تمیز کیا ہی بشر اور دواب مین

رخ جانب تجلی روے صنم کرے
منہ دیکھون مین بھی تاب ہی یہ آفتاب مین

اپنی بلا سے تجھ دنیا کی زلف گر
بل کھائے ہمسے یا کہ ہی پیچ و تاب مین

آنکھین کھلین تو خندہ دنیا کیا خیال
رویا کہ کھو دی عمر یونہین اپنی خواب مین

غافل خمار مین ہی سرور نشہ کہان
کچھ جانتا ہی فرق سراب و شراب مین

افسر جو ماتحت سے بڑھاتا ہی اختلاط
آجاتی ہی ضرور کمی رعب و داب مین

درپیش ہی وطن کا جو آخر تجھے سفر
ہر لحظہ عیش پانون ہی دنیا رکاب مین

آخرش دکھلائیگا یہ اوج پستی ایکدن
خاک مین ملجائیگا سب عرش ہستی ایکدن

ہو نہ مغلوب الغضب مت زیردستون کو ستا
دست و پا توڑینگی تیری چیرہ دستی ایکدن

ہے دنیا مین نہ ہو مدہوش نخوت چون حباب
بیٹھ جائیگا ترا سب جوش مستی ایک دن

ہے عجب یہ عجب اصل اپنی چھپا مت بے حیا
کھول دیگی سارا پردہ تن پرستی ایکدن

ترس کھاتا جون یہ کہا چھوڑیگا ورنہ تو یہین
خواہش دل کوڑی کوڑی کو ترستی ایک دن

دار فانی مین خودی سے کر انا الحق کا نہ شور
سر کٹا دیگی وگرنہ خود پرستی ایک دن

کیا تری ہستی ہے کوڑی کو نہ پوچھیگا کوئی
جنس ہستی یہ عدم مین ہوگی سستی ایکدن

خشک چشمہ کر دیا آنکھون کا سوز دل نے ہاے
چشم بھی جھلکیگی کہ یہ بادل برستی ایکدن

کیا ہے تلذذ حواسون سے بسی ہے دل مین کیا
بے خبر ہو دیگی ویرانہ یہ بستی ایکدن

حرص کی حد بھی کوئی پھیلا نہ اتنے ہاتھ پاؤن
شل کریگی دست و پا یہ تیز دستی ایکدن

ہو نہ مصروف عیش کھو مت رائگان عمر عزیز
تنگ کر دیگی وگرنہ تنگ دستی ایک دن

۱۹۱
روح واحد ہوئی ثابت ترے تن سے کہ نہین
گل و اشجار ہین گل جز و چمن سے کہ نہین

کیون نہ دل خال رخ یار پہ تن سے نکلے
نکلے آدم ابھی دانہ پہ عدن سے کہ نہین

باز آ جور سے ظالم جسے سمجھا تو برق
شعلہ نکلا ہے یہ میرے ہی بدن سے کہ نہین

اے غریب الوطن اگر ہوا یان کیون غافل
کام پھر بھی ہے تجھے اپنے وطن سے کہ نہین

دیکھا کیا گل کھلا بلبل کہ گئی ساری بہار
اب بھی تو سیر ہوئی سیر چمن سے کہ نہین

بازی بھائی نے تو کچھ دم نہین دے کر جیتی
نقد دل ہارا ہے نل آپ دمن سے کہ نہین

تلخ کیون ہوتی ہے شیرین کہے کوئی بات
کچھ تو فرماوینگے تیرے دہن سے کہ نہین

دام مین اپنے پھنساتا ہے جو دم دیکر نفس
مرغ دل عشق بچا صید فگن سے کہ نہین

۱۹۲
مہر بر لب بندہ دنیا ہے ایسا رات دن
فرض دینی سے ہوا آزاد گویا اک دن

ہوش کی لے آفتاب حشر سر پر آگیا
گو کہ بد کر شرط مُردون سے ہی سویا رات دن

صبح پیری ہی ہوئی آخر شب عہد شباب
جہل کے ظلمت ہے جو گذرا سو گذارا رات دن

اب ہی الزم روز روشن مین سیہ مستی نہ ہو
داغ سیاہی سے سفیدی کو بچانا رات دن

دخل کیا اپنا ہو پھر یان کے سفید و سیاہ مین
جبکہ بیخبری مین اپنی ہو گذرتا رات دن

دو سفید و سیاہ موشوق نے کتاب زندگی
کاٹ ڈالی ہاے اور ہنستے نہ جانا رات دن

روشنی کا ختم ظلمت خاتمہ ظلمت کا نور
یہ ثبوت احدیت ہی ہے جو ملتا رات دن

خواب غفلت ہو سیہ رو رہتے ہمنت پر ضیا
رات دن سے دیکھ لیجے یہ تماشا رات دن

عیش بھایا نہ خود کو اور پھرے دیر و حرم
جستجوے غیر مین ہی وقت کھویا رات دن

بات دنیا کی کوئی یاد نہین
کیا کہین جسکا اعتماد نہین

غیر حق ما سوا کو جانے ہیچ
دنیا بندہ کا اعتقاد نہین

چشم آہو ہو گو پسند عوام
چشم جانان کا تو صاد نہین

سو ہیں یون راحت دنیا
رنج افزا ہین دل جو شاد نہین

کیون منافق کوئی ہو گیا مربوط
آتش و آب و خاک و باد نہین

نہین ناکام کیا غرض سے کام
دل کی باقی کوئی مراد نہین

گو ہو ظاہر مین دوست دشمن ہی
جسکے باطن مین اتحاد نہین

دوست وہ ہون کیون خدا نکرے
مجھکو اُس سے کوئی عناد نہین

عیش جو خود ہو گم تو پاے خدا
کہتا کیون خود کو خیر باد نہین

جو دم مین ہو اُدم ہو گم کچھ نہین
وے آدمی کیا جو دم کچھ نہین

بنی خاک ہستی جو ہر لحظہ بگڑی
یہی ہی جو ہستی تو ہم کچھ نہین

بگفتن یہ الفاظ ہین نیست ہست — وگرنہ وجود و عدم کچھ نہین
وہ آنکھین ہین کیا جو ہون آبدیدہ — وہ چشمہ ہی کیا جسمین نم کچھ نہین
کیا مہربانی سے گستاخ دل کو — ستم ہی یہ لطف و کرم کچھ نہین
نہین چرخ خود ہی تو بیجا ہی شکوہ — خیالی ہی مہر و ستم کچھ نہین
خدا کی قسم کیا خودی و جدائی — خدا ہی خدا سب ہی ہم کچھ نہین
عبث بیش از بیش خواہش ہی یا ہم — جو ملتا ہی تجھکو وہ کم کچھ نہین
تگ و دو ہو سو تجھکو کیا ہی جو تیرا — مفید و گر دم قدم کچھ نہین

اگر عیش جاوید ہی تجکو حاصل
تو دنیا کے رنج و الم کچھ نہین

۱۹۵

جو ہستی کو اپنی بقا کچھ نہین — فنا بھی فنا ہی فنا کچھ نہین
ملے کیا جو آگیا کچھ نہین — ترے دل سے دلبر جدا کچھ نہین
غلط مدعی نفس کی ادعا ہی — ہمارا دلی مدعا کچھ نہین
ارے نفس امارہ غیرت کے مار — رہی تجھ مین شرم و حیا کچھ نہین
خدارا یہ کیا سوجھی استغفر اللہ — جو کچھ ہین سو ہم دوسرا کچھ نہین
کسی جا نہ جا پاسے ہمت شکستہ — ترے دست قدرت مین کیا کچھ نہین
نہ تھے گوش شنوا تو کیا پند شنتا — وگرنہ دلا کیا کہا کچھ نہین
نہ بدمستیان وہ نہ عہد جوانی — نشہ ہی اُترا اب رہا کچھ نہین
خودی کا بنا بندہ بندے خدا کے — نہ سمجھا کہ غیر از خدا کچھ نہین
نہ اپنے سوا غیر پایا جو کوئی — رہا دل مین خوف و رجا کچھ نہین

اگر تلخ کامی سے ابتک ہی گذری
تو اُس زندگی کا مزا کچھ نہین

۱۹۶
یارب نصیب ہوگی وہ صحبت بھی یا نہین — نکلیگی اپنے دل کی یہ حسرت بھی یا نہین
گو مین تو جان و دل سے ہوا انپہ ہون نثار — کیا جانے ہی کچھ انکو محبت بھی یا نہین
گر عشق باطنی سے صفائی دل نہو — صاف آئینہ ہی عاشق صورت بھی یا نہین
زاہد ہی زہد خشک یہ کیا تیرا بے وجہ — ہی عشق حور و خواہش جنت بھی یا نہین

کشتہ کی خاک ہونے سے ہی قدر و منزلت
ہی عیش خاکساری مین عزت بھی یا نہین

۱۹۷
مترقی جو امیدین دل احقر ہووین — تیری مایوسیان پھر کسطرح کمتر ہووین
رست آئین نہ مذاہب تو برا ئین کیا — خواہشین تیری جو برعکس مقدر ہووین
خاکیون کو ملے کیا خاک بجز گرد و غبار — کیون نہ اہل زمین بالطبع مکدر ہووین
مین سیہ بخت سیہ روز نہ دیکھون کیونکر — جو سیہ کاری سے میری سیہ اختر ہووین
آتش حرص ترقی پہ ہی سیماب سی پھر — تیری بیتابیان کیا کم دل مضطر ہووین
مترقی ہی ہوس دل نہ مرا جیتے جی — کیا ہی امید کہ کم خواہشین مرکر ہووین
نفس گمراہ سے کیا ہوش و خرد سے ہی گلہ — کیا ٹھکانا ہی وہ رہزن ہون جو رہبر ہووین

ہوش کر ہوگی نہ خاطر جمع تا ہوش و حواس
فکر کر عیش کہ ابتر یہ دفاتر ہووین

۱۹۸
کیا سیاہ کاری میری عیان روز و شب نہین — تجھسے تو کیا کسی سے چھپی میرے رب نہین
دل سے بلائین بیش ہین گر خواہشات کی — حرص و طمع بھی چھوڑتے میرا عقب نہین
کتنا غضب ہی پھر بھی رہون مبتلائے خشم — کیا ہی خودی بری جو خدا کا غضب نہین
پہلو مین پائی عشق نے جا بیدلی ہی یون — اے دل کے رہنے کا را کوئی بھی ڈھب نہین
اتنی زبان درازی سر بزم ای شمع — حسن و جمال کیا ہی جو حسن ادب نہین

دنیا مین رہ کے عیش تجھے ایسی بیخودی — کچھ تو سرور ہی کہ جو رنج و تعب نہین

۱۹۹
چھٹکارا تیرے فضل سے ہو کچھ عجب نہین — ورنہ مری نجات کا کوئی سبب نہین
میری سیاہکاری کا اندھیر ہے ہو آہ — ماہ عفو تک آسے نظر ایک شب نہین
مجھکو جو عشق ہو کسی لیلی مثال کا — وحشی نہین ہون مین مرا مجنون لقب نہین
اہل زمین ہون گو مرا ہی عرش پر دماغ — دونون جہان جو چاہون مین عالی نسب نہین
کیون مرات دلی نہ کیا صاف انکو مین — کیسی دکھاؤن شکل کوئی شکل اب نہین
دانائی کیا ہے جاؤن جنان کو مین کسلیے — آدم سے نے جانا دانہ برا ہے بھی جب نہین

بیجا سیاہ مستی کا میری گلہ ہے عیش
ہوش و حواس میرے بجا دیکھے کب نہین

ردیف واو

مستزاد
جلوہ آرا ہے یہان وہی ہر سو — نہین انکار کی ہے جا ہمکو
وہی گلشن وہی شجر وہی گل — وہی بلبل ہے خوش نوا خوش گلو
عطر بھی ہے وہی مشام وہی — ہے مہک بھی وہی وہی خوشبو
وہی ہے میکدہ وہی بادہ — وہی ساغر ہے اور وہی ہے سبو
وہی ہے عشق اور وہی عاشق — حسن و معشوق ہے وہی ہر سو
وہی باطن مین سب کے ہے پنہان — وہی ظاہر ہوا ہے ہر پہلو
کیون یہ ہے قال و قیل و گفت و شنود — کیون خموشی نہین ہوئی تجھکو

ہے یہ حیرت ہے مشکل الکنہ
جب وہی ہے تو عیش کیا ہاؤ ہو

۲۰۰
بشوق آئیے گر مجھکو آزمانا ہو — تمہارا تیر ہو اور میرا دل نشانہ ہو
رکھے ہے دوست مرے حال پر نگاہ لطف — نہین ہے خوف جو دشمن مرا زمانہ ہو

یہ نہین ہی آمد و شد ہووے کیا قیام کی شکل
جو بے ٹھکانے ہین اُنکا کہان ٹھکانا ہو

نہ ہووے فرق سر مو یہ راتدن ہو شغل
سرِ نیاز مرا تیرا آستانا ہو

بچھائے دنیا نے ہین جال دانہ اندر
محال بچنا ہی نادان ہو دل کہ دانا ہو

مین جانِ جان کہون کیا خود ہین آپ محرم دل
سناؤن حال دل اُسکو نہ جسنے جانا ہو

نہ جاسے فکر ہی سرکش اگر ہو توسن نفس
جو ذکر یار کا ای عیش تازیانہ ہو

نکالون کیون نہ قرب جان سجھے اپنے دل سے دشمن کو
ہی نسبت دست مین قصاب کے دوری برہمن کو

نہ دنیا سے کیا رشتہ ہوا جب چھوڑنا تن کو
اگر ٹوٹا کوئی دھاگا نہین کچھ غم ہی سوزن کو

چلے آتے ہین وہ شمشاد قد اُلٹے سے سیدھا
نہ کج فہمی سے بلبل کی ہے یہ کہدو سرو گلشن کو

بندھا یہ تار رونے کا جھڑی ہی لگ گئی گویا
ڈبویا چشم گریان نے ہمارے ابر ساون کو

ستم ہی کشتہ ہو دھوکے سے یون سہراب سا بیٹا
نہ لاسے باز خون سے مہر پیدا تہمتن کو

ہوا سیدھا نہ ابتک تو وہی ہی کجروی او جہد
نہ پیری مین بھی ای چرخ کہن چھوڑا اکڑپن کو

یہ نہین پامال ہین عاشق نہون کیون لعل در آتش
لگایا نقش پا ہین عیش اُسنے لعل آہن کو

یہی ہی جوڑ توڑا اور رشتہ باہم جان اور تن کو
ہو ٹوٹا ایک دھاگا دوسرا دھاگا ہی سوزن کو

ہمارا نقد دل یون زلف دنیا مارے بیٹھی ہے
خزانہ مفت مین مل جائے جیسے کسی رہزن کو

زن و فرزند کیا ہین دشمن ایمان و دین ہین یہ
بھلا کوئی بھی رکھتا دوست ہی قزاق و رہزن کو

خرابی ہے نہ رہنے دے دل خانہ خراب اپنا
جو لائین خواب مین بھی ہم خیال شوخ و پرفن کو

کہان لیلی کہان مجنون ہو کہ اندھیر
شتابا ریگ سے دیتے ہو نسبت قدر شان کو

سمند عمر کی ہے برق سان یہ گرم رفتاری
کیا ہے سر و جسنے تیزی رفتار انجن کو

کیا جو ترک دنیا عیش چھوٹے فکر و غم سارے سے
مقام شکر ہی جاتے ہین واپس اپنے مسکن کو

دل تیرے نہ ہو پاس تو پھر اور کہاں ہو
روشن ہو شمع جس جگہ پروانہ وہاں ہو

یہ صاف ہی مجھسے ہوئے دل مین کدورت
اس غم سے نہ کیونکر مرا دل گریہ کنان ہو

دل پر نہ غبار اسکے ہو بیجا تو ہی نامہ
ای سیل سرشک اسکے عقب تو بھی روان ہو

ہی رشک پری کیون نگہ مردم اغیار
واجب ہی تصور ترا آنکھوں سے نہان ہو

یہ جادو بھری آپ کی ہی چشم عنایت
بوڑھا بھی اگر سامنے آجاے جوان ہو

بیجا ہی گلہ یار کی بیرحمی کا ای دوست
دل اپنا ہی دشمن جو ہوا قاتل جان ہو

سب بے ذکر صنم کرتے ہو کیون یاوہ سرائی
کچھ ہوش بھی ہی علیش تمھین آج کہان ہو

ہوا ہوگی عطر جوانی کی خوشبو
دماغ اتنا کسپر ہی اترا نہ گل رو

گرا دینگی بدمستیان چاہ عدم مین
نشہ کیا ہی خواہش کی چاہت کا تجھکو

تجھے چشم کیا تھی کہ یہ اشک سے نکلے
گرا چشم آنکھون سے نادان ہین آنسو

یہ مستی ہی کب تک نہ وہ دیکھین آنکھین
نشہ پھر ہرن ہوگا ای چشم آہو

ہی اک بلبلہ سے بھی ناچیز ہستی
خبر بھی ہی غافل کہ کیا چیز ہی تو

ترے جسم ناپاک مین کیا بھرا ہی
بجز خون و بول و براز و دُہن مو

ترا انتشار طبع دور ہو عیش
خیالات دنیا سے کر دل کو یکسو

پہ یہاں آغاز مین انجام کا کوئی کیون ہو
ہان فکر مند صبح شام کا کوئی کیون ہو

اچھا بیتاب ہو دل - بد ہو فغان و نالہ
مخل آرام دلآرام کا کوئی کیون ہو

خواب ہو وہم ہو دنیا کہ سراسر ہی ہیچ
کچھ ہو پابند ان اوہام کا کوئی کیون ہو

جسمین پیہم ہو شرر یا دافع دانش ہو شراب
خواہان ذی ہوش ہو اس جام کا کوئی کیون ہو

رنج کرے کون سیہ بخت بلا کے رخ پر
شیفتہ زلف سیہ فام کا کوئی کیون ہو

کیا کسی کو جو میں بیہوش ہوں چھیڑے کیوں کر
خلل افگن مرے آرام کا کوئی کیوں ہو
میں ہوں ناکام اگر مجھ سے کسی کو کیا کام
رخنہ انداز مرے کام کا کوئی کیوں ہو

کیا ہے دنیا میں بجز رنج و مصیبت اے عیش
خوگر ان کلفت و آلام کا کوئی کیوں ہو

تن بتقدیر جو کچھ ہوئے سو ہو جانے دو
ترک تدبیر کرو سب تگ و دو جانے دو
جان من جان مری تجھ سے جدا ہی کیا ہے
جو گلہ جان نہ دینے کا ہے تو جانے دو
ویسا فاسق نہیں ہو سکتا ہے عاشق صادق
اپنے معشوق کو اور آپ کو جو جانے دو
ایک ہی جان کو بتا جانے فنا ہر تن کو
ہے موحد وہی ان دونوں کو گو جانے دو
آئے وہ عشق کو گر تاب و توان ہوش و حواس
ہوتے رخصت ہیں تو ہوں صبر کرو جانے دو
جیتے جی سچ سہی باطل سہی کچھ ہی ہو
چپ رہو ذکر ہی دنیا کا ہے تو جانے دو
ہیں سیہ کار مرا نامۂ اعمال سیاہ
پھر بھی اندھیر ہے کیا بیش تو ہو جانے دو
کیا یہ روشن نہیں ہے بخشش عاصی بخشش
ابر رحمت کو سیاہی مری دھو جانے دو

نفس فتنہ کا نہیں جاگنا اچھا اے عیش
تا قیامت اسے آرام سے سو جانے دو

اٹھانا بار منت شاق ہوتا ہے جب مجھ کو
گوارا وعظ کا احسان واعظ ہو گا کب مجھ کو
مجھے اے عشق کرتا دور ہی سے بندگی جھک کر
ولیکن ہے کسی معشوق کا پاس ادب مجھ کو
جو گذرا ذکر کیا اس کا ہے آگے کے لیے کیا غم
جو حال حال ہے اچھا غنیمت بس ہے اب مجھ کو
زمانہ گر کبھی پیدا ہو تو ہو سیدھی رہے قسمت
زمانہ ساز ہوں کا تو نہیں آنے کا ڈھب مجھ کو
ترا ہوں ناز پروردہ غنی رکھ بے نیازی سے
بچا ناخواہشوں کی ناز برداری سے رب مجھ کو
میں عادی ہوں رحیمی کا کریمی کا غفوری کا
غضب کی قہر کی جا ہے ستائے گر غضب مجھ کو
کسی ڈھب کل پڑے مجھ کو کوئی پہلو بتا ہمدم
دل بیتاب نے کل سے کیا بیکل غضب مجھ کو

غلط کیا جھوٹ ہو سالم ہی سچ خواب کا عالم
مگر کیا ہی عجب تعبیر ہو اسکی عجب مجھکو

صبح ہوتے ہی کوچ ہے یا جو اس مہمان سرا سے ہی
تو کیا غم عیش یان رہنا فقط ہی ایک شب مجھکو

غزل

بگاڑا کیسا وحشت نے بچھڑا یا کوے جانان کو
بنا کر مجھکو دیوانہ دکھایا ہی بیابان کو

سیہ بختی پہ اپنی کیون نہ رونا مجھکو لازم ہو
کئی شب سے نہ دیکھا ماہ نو نے روے خندان کو

نہ کل پاے کبھی یہ بھی ہمین جیسا ہی کل پایا
خدایا رکھیو گردش مین ہی تو گردون گردان کو

رعایت کیا نہ رکھو دوست اس نامرد کو بھی
عدو سمجھو جو ہر اک سے نہو ہے اس انسان کو

اسی کی شکل بن جاتا ہی دیکھے جو کوئی اسکو
یہ قدرت خود فراموشی نے دی آئینہ حیران کو

کہون بادام آنکھون کو تری یا دام مرغ دل
خدا دیکھا ہی جسپر ہمنے ہر دانا و نادان کو

عجب ہی گر بشر کو ہو نہ حصہ صف پدری سے
بنایا کہتے ہین خالق نے اپنی شکل انسان کو

ترا ہو مبتلا عشق ہی یہ شان الٰہی ہی
چڑھاے سر پہ یون انسان تمی الف پریشان کو

یہ ستاری ہی ہر روح پاک کو ملبوس تن بخشا
کہ جامہ کی ضرورت تھی بلا اشتک جسم انسان کو

فضیلت دشمن دانا کو دیجے دوست نادان پر
جو نکلا دل ہی پہلو سے جگہ دو اسکے پیکان کو

زمین مین خود گڑا جاتا ہی اپنے بار عصیان سے
نہ نادم او کیجے عیش سے سر در گریبان کو

صاحب غیرت تعصب کی جو غیرت نہو
ہوئیگا نہ خود ہی بجود تو کوئی وحشت نہو

گر وہ بینی ہو تری قلت کی کیون کثرت نہو
ایک سمجھے کل کو گر تو کیون عیان وحدت نہو

اپنی بے سمجھی سے بھولا دیکھکر عضو تن
یاد کر جو یہ جدا ہون جسم کی صورت نہو

دل پر ارمان لیچلے کثرت سے جو گئین ہمنشین
کیون نہ اس کثرت کی قلت کی مجھے حسرت نہو

ق

شکل صورتگر نہ دیکھے منہ تکے غیرون کا گر
مرات دل سے تعجب اور کیون حیرت نہو

باغ کہتے ہین جسے مجموعہ اشجار ہی
ہر شجر کو دیکھکر تو منتشر حالت نہو

ہر شجر ہر برگ ہر گل بلکہ ہر اک خار باغ — باغ ہے یہ مشن پینہ کی تا تجھے وحشت نہو
روز و شب اپنی گذارے تو سیہ کاری مین آ — کسقدر اندھیر ہے کچھ بھی تجھے غیرت نہو

صابر و شاکر رہے ہر حال مین جو عیش خوش
آئے کیون غم پاس اسکے اسکو کیون فرحت نہو

مبتلا ہے دین کو دنیا سے کیون نفرت نہو — آہوان دشت کو کیون شہر سے وحشت نہو
دشمن عقبے و دین ہے یہ کہان کی یار ہے — کیا عجب ہے مجھ سے دنیا کو اگر الفت نہو
ظاہر و باطن سے خالق شکل و نقش ظاہرا — کیا ہو گر آئینۂ دل مین ترے صورت نہو
باعث علم خدا یہ خود شناسی کی صفت — نیک ہے شامل جو خود بینی کی بد عادت نہو
ق
ایک چھوٹے دوسرا پکڑے پھر اسکو چھوڑ دے — جسکی یہ عادت کسی سے جسکو کچھ الفت نہو
ہائے ایسی دشمن جان قحبۂ دنیا ہے ہم — جو مرین دل سے تو کیون جینا پر از ذلت نہو
گلشن ہستی مین جینا اسکا نخل پھل جائیگا — خوبصورت ہو جو مثل سرو خوش سیرت نہو

بھول کر بھی نہ کی جان آفرین کی یاد عیش
وقت جان دادن جو یاد آئے تو کیون خفت نہو

ردیف ہائے ہوز

عیش کیا عیش ہے جہان کا یہ — کہ ہے مولد غم نہان کا یہ
ہو نہ خرسند عیش دنیا سے — کہ رہیگا یہین یہان کا یہ
ڈر نہ دشمن سے مہربان ہے جو دوست — قول ہے میرے مہربان کا یہ
بانی ظلم تو کہان تک ظلم — شیوۂ جور ہے کہان کا یہ
ملتا ہے کج کلہ سے ٹیڑھی کھیر — عجب انداز کا ہے بانکا یہ
جان جان جان و دل سے ہو قربان — مدعا ہے ہمہ اہل جان کا یہ

قرب تر دل سے گر ڈھونڈو
ہے نشان اک بے نشان کا یہ

کیون نہو ہر مکان مین رونق بخش
ہے مکین عیش لامکان کا یہ

غزل

ہے شکر جو کچھ ملتا ہے کم اور زیادہ
درکار نہین جاہ و حشم اور زیادہ

کم ظرفی سے ظرف اپنا نہین دیکھتے کم ظرف
اور سکتے ہین یہ نہین سمجھے ہم اور زیادہ

بھکے تو نہین چھینٹے نہ وسے ہوسکے مکدر
دے صاف سی اس ابر کرم اور زیادہ

پر حوصلگی سے ہو جو پر جام تمنا
ہم سمجھین ترا لطف اتم اور زیادہ

ق
قرطاس زمین آپکے وصفون سے بہت کم
اشجار جہان سے نہ قلم اور زیادہ

جز اسکے کہین حیطۂ تحریر سے باہر
کیا آپ سکے ہون وصف رقم اور زیادہ

کیا دست شفاعت مرے دامن کو بچوکر
تر دامنی یہ ہے کہ ہو نم اور زیادہ

گر عدل سے بہرہ نہین کیون ظلم ہے کرتا
گر جان پہ اپنی ہو ستم اور زیادہ

کیون فکر کم و بیش ہے کم حوصلہ تجھکو
ملتا نہین قسمت سے ہے کم اور زیادہ

تو نفس کی سنتا ہے جہان تک تو یہ دمباز
دیتا تجھے ہر نفس ہے دم اور زیادہ

ہر کام مین ہمت ہو ترقی پہ کہ دیکھو
ہین چیت گر اہل ہمم اور زیادہ

دنیا کے بکھیڑے کرو کم ہو سکین جتنے
ہو عیش تمہین رنج و الم اور زیادہ

غزل

...کے دل میرا تجھے بھول گئے یاد ہے یہ
کی نہ دلجوئی مری کہیے کہ کیا داد ہے یہ

ایستادہ ہے کمربستہ اطاعت مین تری
کسلیے سرو کو کہتے ہین کہ آزاد ہے یہ

...کو سون کا ابھی چلنا ہے کیا ہے شب ہجر
پہلی منزل کی ہے ہا ہو دل ناشاد ہے یہ

کیا پڑی تجھکو ہے کیون جاتا ہے افتان خیزان
مقتل عشاق کا اے خانہ برباد ہے یہ

کب ہو انجام بخیر اسکا کہ بد ہین آثار
گر پڑا ہاتھ سے دل پہلی ہی افتاد ہے یہ

کیوں کمان ابرو نہ چلاؤں ملازم تیرے
سب سُنی ان سُنی کر جاتے ہیں فریاد ہے یہ

کیا ہے یہ واسطے اُٹھا سر پہ خدا نے جو کیا
تیرا و شمع کا جل جانا خدا داد ہے یہ

ق

صاف انصاف کا خون کر دیا قاتل تو نے
دل خون گشتہ مرا بر سر فریاد ہے یہ

سرخرو ہوئے خا میری تمنا پامال
کتنا بیداد تیرا اے ستم ایجاد ہے یہ

عیش دنیا کے مصائب سے نہ گھبرا ہرگز کبھی
امتحان کی جگہ فردوس کی بنیاد ہے یہ

توُ نے بنایا کس لیے اسکندر آئینہ
ایسا کہ خود پسندی کا بانی ہے آئینہ

منہ دیکھی میں کہونگا نہیں ترک کیجیے
ایسا نہ ہو دکھائے کوئی جوہر آئینہ

ہے تو ہی ایک دیدۂ دلکش کو کھول دیکھ
کہتا زبان حال سے ہے اکثر آئینہ

رہنے نہ پائے کچھ خس و خاشاک خواہشات
ہو قابل قیام صنم دل ہے گر آئینہ

کتنا صفا تھا وہ صفا کیش و مطمئن
دیکھا بھی تو نے میرے دل مضطر آئینہ

تھا صاف دل جو رغبت و نفرت کے لوث سے
اپنے سوا نہ غیر کو دیکھا در آئینہ

نازک طبع ہیں دوست نہ خاطر میں ہو کبھی
جڑنے کا پھر نہیں کوئی ٹوٹا گر آئینہ

باطن ہو خاک پاک جو ظاہر صفا نہیں
باطن کے حال کا ہے تو ہے ظاہر آئینہ

گر شوق دید یار ہے دل اپنا صاف کر
رہنے نہ پائے زنگ ذرا بھی سر آئینہ

گر زنگ خواہشات سے دل ہو نہ پاک صاف
ہو عکس گیر روئے صنم کیونکر آئینہ

دعوے صفائے قلب کا یا ابن غبار عیش
دیکھو تو شکل اپنی ذرا لے کر آئینہ

تن ہے فنا جان ہے بقا تن کو نہ دیکھ اور جان کو دیکھ
قائم کو خوش منظر بنا تن کو نہ دیکھ اور جان کو دیکھ
خوابوں پہ ہے جو جی دیا کیسا سویا گویا مر گیا

ہان زندہ دل ہو جاگ جا تن کو نہ دیکھ اور جان کو دیکھ

پی بادۂ عرفان اگر دنیا سے موند اپنی نظر
اپنی خودی سے در گذر تن کو نہ دیکھ اور جان کو دیکھ

مت دید کر ہر دید کو وابستہ کر توحید کو
کھو دل سے ہر امید کو تن کو نہ دیکھ اور جان کو دیکھ

وحدت سے اپنا چارہ کر جامہ دوئی کا پارہ کر
اوران وہم آوارہ کر تن کو نہ دیکھ اور جان کو دیکھ

گو جسم ہین صدہا جدا ہے ایک جان ہر ایک جا
خورشید کا عکس ضیا تن کو نہ دیکھ اور جان کو دیکھ

کیا کام تجھکو کام سے کیا ننگ و نام سے
بیہوش ہو اس جام سے تن کو نہ دیکھ اور جان کو دیکھ

مت احول ہو رکھ نظر حسرت مٹا دل صاف کر
آئینہ سان ہو بیز اثر تن کو نہ دیکھ اور جان کو دیکھ

اے دل یہی جان آخر یہی جان ظاہر بھی ہے اور ہے نہان
معدوم ہے تن بیگمان تن کو نہ دیکھ اور جان کو دیکھ

کام آسکے کب دنیا سے دون ہے مبتلا تو اسپہ کیون
کر نفس کو اسسے زبون تن کو نہ دیکھ اور جان کو دیکھ

جز خاک یہان کیا خاک ہے عرفان سے یہ پردہ چاک ہے
ہان جان جان کیا پاک ہے تن کو نہ دیکھ اور جان کو دیکھ

ناکام ہین یہ کام کر ترک خیال خام کر
آرام سے آرام کر تن کو نہ دیکھ اور جان کو دیکھ

گر دل ہوا تیرا صفا پھر وصل اور ہجران ہی کیا
دلبر نہین تجھسے جدا تن کو نہ دیکھ اور جان کو دیکھ
دنیا بھی ہی گو کہ تن ہی وہ ہیر ا زر رنج و محن
تو عیش ہی جو بے سخن تن کو نہ دیکھ اور جان کو دیکھ

پیا ہم جام عرفان تجھے کو صرف ایک پیانہ ننا کی حالت دل نشہ وحدت سے مستانہ
خدارا صدق دل بے نیاز و عجز کا تحفہ خودی کو چھوڑ نذر نیاز نہین کر جان کا نذرانہ
نہ ممکن ہی کبھی آبادی ہین جو وسعت بیابان کی بجان تنگ آگئے تن سے دل کو خوش آتا ہی ویرانہ
مکدر ہو کے پارہ پارہ کر دنق ریائی کو اگر دل صاف ہو بہتر ہی اس سے طرز رندانہ
کوئی جا ہو مگر حق یہ ہی دل ہین ہو صنم کی جا ہی مسجد ہو یا گرجا حرم ہو یا کہ بت خانہ
اگر کل ہی وہی ہو جز و من کیا اور شی حائل نہ اپنے کو سمجھ کچھ تو نہ بن مجنون و دیوانہ
یگانہ ہی جو یکتا عیش ہو وصل دوئی کیونکر نہین جب درمیان تو ہی تو کیسے خویش و بیگانہ

ردیف یاے مثناۃ تحتانی

دور کا ہی آپ سفر سامان سارا چاہیے یا ہین زاد آخرت کا بھی سہارا چاہیے
کسکی یارا ہو جو دشمن اور ملائے ہمسے آنکھ اک نگاہ مہر و یاری تیری یارا چاہیے
اپنا اپنا ہی اگر ہی غیر غیر ہی الغرض غیر سے ہمکو غرض کیا تو ہمارا چاہیے
ہا سے چاہت سے تمہاری جاہ عصیان گرا اے عزیز و ڈوبتا ہون مین ابھارا چاہیے

عیش کیا ہو روز فردا آج کل کیا توبہ کر
بار عصیان دوش سے اپنے اتارا چاہیے

لاکھ دشمن ہون مرے اک دوست پیارا چاہیے ہی بھروسا جسکا ہمکو وہ ہمارا چاہیے
ہی جو ہمدردی یہ اہل درد کا دار و مدار دوست یا دشمن ہو ہر اک سے مدارا چاہیے
ہم نفس جو نفس امارہ کو جانا رہبر ہی جان تیرا دشمن جانی ہی مارا چاہیے

چشم چشمون سے تھی پھر دیکھنا اہل نظر | ہے ابھی کچھ دنیا مین نظارہ دوبارا چاہیے
صدقے چشم دل کے جو کی خال جانان پر نظر | اسکے صدقے کو فلک تارا اُتارا چاہیے
طیش مین آکر بگڑتے کیون ہو مجھ ناکام سے | کام یان پہلے ہی بگڑا ہے سنوارا چاہیے

کسکی الفت موج زن ہے اپنا تن تک ہے عدو
عیش تجھکو بحر دنیا سے کنارا چاہیے

[illegible]

ای ستمگر خود ستا بس دل دکھانا چھوڑ دے | خود ستا سے چرخ کے ہین ہم ستانا چھوڑ دے
دلبرون کے پاس ای دل بیٹھ جانا چھوڑ دے | دل لگی ابھی نہین ہے دل لگانا چھوڑ دے
اور سر چڑھتا ہے دونا دل کی دلجوئی نہ کر | روٹھ جاے گر دل نادان منانا چھوڑ دے
خاک ڈالی گر یہین بگڑی بنیگی کہین | بن کے جوگی اسطرح بن بن کا جانا چھوڑ دے
ای زلیخا خواب خود ہو جائیگا خواب خیال | دھیان یوسف کا اگر تو دل مین لانا چھوڑ دے
مت لبھا دل کو طمع دے دے کے حرص آز کی | ہان ای نفس لعین یون آزمانا چھوڑ دے
تیرا دامن ہے جو پکڑا خواہ ہون رسوائے عام | ہم نہ چھوڑینگے ہمین سارا زمانا چھوڑ دے
پیٹ بھر کھاتا ہے تو سوتا ہے راتون نیند بھر | رام جپنے کے لیے کرنا بہانا چھوڑ دے

کب پسند آئی بناوٹ عیش نہ بگڑینگے اور
سیدھا سادا بن کے چل باتین بنانا چھوڑ دے

۲۲

جو کیا خیال تو رو یا مین کہ جہان خندہ خواب ہے
نہین خندہ بلکہ یہ برق ہے پڑا جس سے جان کو عذاب ہے
نہین ہست اسکو سمجھینگے ہم جو حباب بر سر آب ہے
نہ پیاس اُس سے کبھی بجھے ہو کم جو چمکتا ریگ سراب ہے
گئی ہاے بہار بہار کی کہ خزان کی نوبت پہنچ گئی
نہ مقام خندہ ہے ای کلی بجا گریہ چشم پر آب ہے

برا نشیب سے کیا حال ہو کہ عروج گذرا زوال ہی
نہ خوشی ہی دل مین ملال ہی ہوا دور دور شباب ہی
ہو بقا تو کیسے ہو جان جان کہ فنا پذیر ہی یہ مکان
نہین جا سے قیام ہی جہان کہ ہر ایک پا برکاب ہی
کیا دل مین پسند جو نفاق کیا شر سے اپنا جو اتفاق
نہین خیر سے جو رہا وفاق تو بشر کا کھو یا خطاب ہی
جو سمائی دل مین ترے خودی بخدا نہ نیک ہی یہ بدی
نہین عیش تو نے جو دور کی ہوا اپنا آپ حجاب ہی

جو خاکی ہین کیجیے نہ خواری کسی کی | بری کیون ہی پھر خاکساری کسی کی
نہین یار اہی یار عیار ہین سب | نہین اعتباری ہی یاری کسی کی
جو پابند دنیا ہون جو اہل دنیا | تو کسطرح رستگاری کسی کی
اجل سے زیادہ ہی تکلیف جس مین | بری ہوتی ہی انتظاری کسی کی
نباہیگا کیا کوئی عہد وفا کو | نہین زندگی اعتباری کسی کی
کہان تک سہے دست بردی تمہاری | تمھین یاد ہی بردباری کسی کی
خجالت سے پھر ابر ہی پانی پانی | رلاتی ہی پھر اشکباری کسی کی
پر آشوب عالم ہی سیماب ہی گو | یہ تڑپاسے ہی بیقراری کسی کی

نہ کرنا کبھی عیش کو دور دل سے
رہے یاد ہان غمگساری کسی کی

کیون ہو ہوس عروج کی یا عز و جاہ کی | خاکی نہ چاہیے کہ نہین گرد راہ کی
کس کام کا کمال جو ہو باعث زوال | روشن زیادہ شمس سے حالت ہی ماہ کی
دنیا مین چاہ جو کسی یوسف کو کیا ہی مشکل | کیا مشکل چاہ کی نہین ہی مشکل چاہ کی

ہستی کو کیون نہ رو کین کہ خندہ ہی برق کا — شبنم کی بوند یا ہی لب برگ کاہ کی
ناحق کا ہی غرور کہ تولید و مرگ مین — یکسان ہی حیثیت ہی گدا اور شاہ کی
پاکی کی شیخیان ہین کہان کی جو موت نے — مٹی پلید شیخ مشیخت پناہ کی
علما کے قول کا نہ شرع کا تجھے یقین — نادان کوئی حد بھی ترے اشتباہ کی
قطع حیات ہی جو ترقی عمر سے — ہی خاص کر یہ شکل ترے اشتباہ کی

بار زمین جہان مین عہد محبت کسی سے تب
امید عیش کچھ بھی اگر ہو نباہ کی

نہ کر تدبیر روزی کی نہ کوشش خاک کر زر کی — کہ ہی اکسیر اعظم قدر تا حاصل مقدر کی
کری نام خدا قاتل نے بسم اللہ ہی خنجر کی — قدم سر سے نہ دل ہرگز قسم تجھکو مرے سر کی
ترا بلبل عدو صیاد اور گلچین ہی گل کا — چمن پر ہین ہزار آفت خزان کی باد صرصر کی
یہی ہی خیر ای دنیا شرارت تیری مخفی ہی — نہین ہی عام ظاہر خاص صورت باطنی شر کی
جگہ دیتا نہ پہلو مین کسی پہلو سے تجھے ای دل — مگر ہمت سے تیری ہی رسائی کوے دلبر کی
نہین ہی سنگدل گر رحم ہر ذی روح پر تجھکو — گریگا کوہ غم تجھ پر سمجھ ہی تیری پتھر کی
ملیگا کیا تجھے در در کے کہلانے سے بد گوہر — بھلا پھر مثل سگ کیون پھانکتا ہی خاک در کی
فلک کی کہہ رہا ہی نحس کہتا ہی ستارون کو — ارے منحوس یہ بتلا خبر بھی ہی تجھے گھر کی

ذرا چمکا تو لو ای عیش ہر ذرہ چمک اٹھا
چمک خورشید مین پائی جو عکس پاے انور کی

جو خود کو خدا سے جدا جانتا ہی — خودی کا ہی بندہ خدا جانتا ہی
وہی مست ہی اور دائم لبا ہی — جو معدوم کل ماسوا جانتا ہی
بجا ہی گھڑی مین ہی گھڑیال بجتے — بجا لے جو نوبت بجا جانتا ہی
یہ سچ ہی دہ دنیا سے کیون دل لگائے — جو باطل اسے خواب سا جانتا ہی

جو دنیا کو باطل جو حق حق کو جانے
وہ حق حق فنا و بقا جانتا ہے
نہین دل لگی کھیل کچھ عشقبازی
جو جانباز ہو دل لگا جانتا ہے

غرور و ریا بخیل اچھے نہین ہین
بُرا کبر کو کبریا جانتا ہے

۲۲۶
ستم ہے کہ ستم سرزد ہو کچھ بھی شاہ عادل سے
دلاسا دے طبیعت کو یہ کہنا دل بیدل سے
یونہین تڑکا نہ ہو جاوے یہ کہہ دو جا کے غافل سے
ہوئی ہے صبح صادق جاگ اُٹھو خواب باطل سے
سیہ طالع کئے مرتے ہین دانہ دانہ پر دل سے
نہ کیونکر مرغ دل کو اُلفت ہو قاتل کے ہر تل سے
چلا جا راستے رستے جو کہا ہادی نے وہ سچ ہے
نہ رستے سے بے خبر رہبر ہو راہ و رسم منزل سے
نہ سیدھا راستہ کر ترک اپنے نقص دانش سے
نہ شک کر کہ دل مین ہنبک پوچھ لے استاد کامل سے
فروغ حسن یہ پھر بھی سراپا موم دلسوزی
ہو تو کیون سنگدل ہو تم سبق لو شمع محفل سے
بُرا دریا اندھیری رات اور چلنی ہے اندھیاری
لگیگا ناخدا بیڑا ہمارا کیونکہ ساحل سے
قفس مین مرغ نو محبوس پر جو کچھ گذرتی ہے
جو بیتابی ہے پارے مین وہ کم ہے حالت دل سے

پسندیدہ ہے جہلا کو تو دنیائے دنی دولی
مگر تھوڑی سی بھی رغبت عجب ہے تجھ سے عاقل سے

۲۲۷
نہ کوئی دوست ہے میرا نہ کوئی دشمن ہے
تمام شعبدہ بازی کا دل ہی مخزن ہے
جو کچھ ہو مرضی اقدس وہ سب سے احسن ہے
تمھاری تیغ برہنہ ہماری گردن ہے
نہ جانے چیز ہون کیا مین جو تجھکو دیکھتا ہون
جدھر مین دیکھتا ہون تو ہی سایہ افگن ہے
مثال خواب شبینہ جہان ہے پیش نظر
خیال کیجے گر یہ چور روز روشن ہے
جہان غیر نہین تجھسے مین نہ اُس سے غیر
جو مین ہون جان جہان تو جہان مرا تن ہے
گذر گئی شب غفلت سحر ہے اب تو جاگ
کہ کوس رحلت پہ ہو رہی دنادن ہے
جو بالسنجھے نہ دنیا کو جنس دین رکھے
تو بیم دزد ہے اُسکو نہ خوف رہزن ہے

یقین یہ ہوئے تو ہو دور اختلاف ملل | کہ ایک برہم کا ہر معتقد برہمن ہے

نہ بات ہے یہ بناوٹ کی نے تصنع ہے
کہ تجھسے ہو رہی اے عیش اپنی ان بن ہے

۲۲۸ دنیا سے دون کو کسی سے عداوت نہیں رہی | افسوس کیا ہے ہمسے جو الفت نہیں رہی
گر کج وفا کو ہمسے محبت نہیں رہی | دل پھر گیا ہے یان بھی وہ رغبت نہیں رہی
باطن مین کیا خیال ہو ظاہر جو خواب ہے | دنیا کے انس کی کوئی صورت نہیں رہی
شب کتنے بوسے زلف صبا تک پہنچ دی | نکہت صبح ہماری حکایت نہیں رہی
نرگس تو بحث چشم مین ہے سرمہ در گلو | چشم غزال کی بھی حقیقت نہیں رہی
حیرت تھی جو مرات دل اپنا پایا صاف | آئینہ دیکھنے کی ضرورت نہیں رہی

لکھیے تامل عیش غزل ایک اور بھی
کیا ہو گیا ہے اتنی بھی فرصت نہیں رہی

۲۲۹ اے ہجر یار جینے کی ہمت نہیں رہی | اے وصل انتظار کی طاقت نہیں رہی
وصل ہے ہجر وصل مین پھر فصل وصل کیا | یکتائی مین دوئی کی ضرورت نہیں رہی
انجام عشق ہستی ہمدم سے ہے وہم | آغاز مین ہی قول کی جو جرات نہیں رہی
باندھی جسے تیغ میان میرے قتل کو | مخفی کمر کی کچھ بھی حقیقت نہیں رہی
ثابت ہوا کہ آپ ہین رستم چھپے ہوئے | پوشیدہ ہمسے کچھ بھی اے حضرت نہیں رہی
مشاطہ دیکھوں شکل تری کیا دکھاسکے تو | وان آئینہ دکھانے کی صورت نہیں رہی
ہمدم جو ایک دم کبھی ہین ہم تم تو شکر ہے | دم بھر بھی مین یہ کہ ہمنگی وہ صحبت نہیں رہی
کیا ہے برا جو قتل ہوا چشم یار سے | اچھا ہوا کہ دیر کی حسرت نہیں رہی
اثبات ہے دہن کا انھین کے کلام سے | باقی نفی کی اب کوئی حجت نہیں رہی
شاید نہین نصیب لب لعل یار عیش | تیرے سخن مین اب وہ حلاوت نہیں رہی

نظم

اے کہ شمع ہر جگہ روشن ہے مروت تیری
مجھکو پروانہ ہو کیوں کیوں نہو چاہت تیری

نور سے تیرے ہی ہے نور ہے باطن سب کا
جلوہ گر مہر سے تا ذرہ ہے صورت تیری

ہر نفس کانپتے ہیں رعب سے تیرے ذی نفس
دم بخود جن و ملک ہیں یہ ہے عظمت تیری

گو کہ سردار معاصی ہوں مگر کیا ڈر ہے
جلوہ گر سامنے آنکھوں کے ہے رحمت تیری

خاکساری مری اکسیر سے کم مجھکو نہیں
نہیں ذلت یہ ہے بخشی ہوئی عزت تیری

ق

مدتیں ہو چکیں پہلو تو ہے دل سے خالی
ناصحا کس کو مؤثر ہوں نصیحت تیری

جی بھر آتا ہے ابھی نہیں خالی باتیں
ہو جو دیدار بخدا آنکھوں حقیقت تیری

نہ گلہ ہجر کا مجھکو نہ تمنائے وصال
تابع حکم ہوں جو چاہے طبیعت تیری

رحمت حق سے بری ہو گئے عاصی سارے
عیش تمکین نہ ہو اب آگئی نوبت تیری

ایضاً

یہاں کسی تیر پہ دل نہ دے تو بتا کسی کو نہ جان من ہے
خزاں سے نالاں نہیں عنادل کہ شاکی ہر اک گل چمن ہے

بہار ہی دلبستگی ہو کیونکر نہ دینگے دل بھول کر بھی اپنا
بھری ہے مکر و دغا سے دنیا مزاج اپنے میں سادہ پن ہے

یہ میکدہ وہ نہیں کہ جسمیں رکھے شماری ہوں خم بادہ
یہ بیکران بحر معرفت ہے کہ اپنی رحمت سے جوش زن ہے

جو تشنہ لب ہوں وہ سیر ہو کر پییں نہیں روک ٹوک کچھ بھی
مگر صفائی دل ہے لازم یہ حکم ساقی سیم تن ہے

جو کوئی قطرہ بھی صدق دل سے پیے تو اسمیں ذرا نہیں شک
کہ ہوکے سیراب خواہشوں سے پھر اسکا فردوس میں وطن ہے

مثال پروانہ تن جلا لے خودی کا جو شمع معرفت سے

خودی سے ہو دور نور خود ہو کہ جسکو سچی اُدھر لگن ہے
نہ جو خرد ور نہ جو صفا دل نہوگا اس بار کا وہ حامل
گلا کٹائیگا اپنا جاہل کہ تیغ توحید سر فگن ہے
جو جام وحدت کا نوش جان ہو۔ دوئی کا خوف و رجا کہاں ہے
مدام با عیش عیش ساں ہو کہ دور جس سے غم و محن ہے

جو عالم ہو منظر فنا بس یہی ہے
جو ناظر ہے اسکا بقا بس یہی ہے
نہ کیوں نقش خاطر ہو تصویر جاناں
کہ جوہر اس آئینہ کا بس یہی ہے
دوئی دل سے ہو دور ہو شکل ناظر
کہ جوہر اس آئینہ کا بس یہی ہے
بنا الفت تن سے گو تن مجسم
ولے تن سے ہر دم جدا بس یہی ہے
ق
نہو وصل جاناں سے ہے رنج ہجراں
سزا تیری اے ناسزا بس یہی ہے
تلف جان شیریں ہو تلخی غم سے
دوئی کے ثمر کا مزا بس یہی ہے
رکھا دور اصلی مقاصد سے دل کو
ترے بس میں اے چرخ کیا بس یہی ہے
جو بے بس ہو دل آئے قابو میں کیونکر
کہ منہ زور اک بادپا بس یہی ہے
ہٹا سے بنا کر کے نقص و ضرر کو
ہر اک شے سے دل روکنا بس یہی ہے
نہ دم بھر بھی غافل ہو نفس لعیں سے
کہ اک دشمن جان گزا بس یہی ہے

رہے جام عرفاں کا دور قائم
نہ دور عیش ہو غم ربا بس یہی ہے

خواب غفلت میں پڑے سوتے ہو کچھ ہوش بھی ہے
کوچ کا کوچ اٹھا کوس سنا گوش بھی ہے
صبر گو تلخ ہے پر صبر کا میٹھا پھل ہے
نیش کے ساتھ کہا کرتے ہیں سب نوش بھی ہے
پھیر کے قبضۂ دنیا کوئی لاکر نیا راگ
خوب گت کیجیو عقل کی پاپوش بھی ہے
سر جھکا سے بیاں ہر اک تو ہے غم کا پامال
فکر کے بار سے کیا کوئی سبکدوش بھی ہے

ہر دو عالم کو ہین بھولے ہوئے یہ کیسی خودی
میرے ساقی کا کوئی ہوش ہین مے نوش بھی ہی

اہل دنیا کو کہان چھوڑ کے جائیگا غم
عیش یہ روز ازل سے ہوا ہمدوش بھی ہی

۲۲

آج کیون بیخودی اتنی ہی مجھے ہوش بھی ہی
عیش کیا پرسش فردا سے سبکدوش بھی ہی

خواہش وصل ہو کیون ہجر سے کیون ہو نفرت
ہر دو حالت مین صنم میرا ہم آغوش بھی ہی

خم کے خم کیون نہ لنڈھائیگا مجھے خواہش کے
ایک دو جام مین کیا دل کو بلا نوش بھی ہی

جھوٹ کیا ہی جو انا الحق کہے مجذوب کوئی
حق بجانب ہی کہ رکھتا دل پرجوش بھی ہی

مین کہون پند و نصائح ہمہ تن ہوکے زبان
یہ کہو سننے کو کوئی ہمہ تن گوش بھی ہی

کون کسکی سنے ہی فتنۂ عالم بیدار
شور محشر ہی بپا یان کوئی خاموش بھی ہی

خواب بیداری بھی کر یاد نہ بھولے سے کبھی
خواب شب دل سے مجھے جیسا فراموش بھی ہی

اہل عالم نے کیا بات تمہاری اے عیش
اپنے عالم مین ہی وہ ہو رہا مدہوش بھی ہی

۲۳

یہ تو مانا ہمنے یان تک انکو آنا منع ہی
کیا ہما سا بھی انکھین وان پر بلانا منع ہی

گر بلانا ہی منع ہووے تو بلوائین نہ وہ
کیا ہمین خود تا در جانانہ جانا منع ہی

جانے دو گر ہی منع جانا تو ہم جاتے نہین
ہمنے جانا کو یہ جانا ان مین جانا منع ہی

دھیان مین ہی انکے گھر جاکر اسے دیکھین ہم
کیا تصور مین بھی ہمکو مار پانا منع ہی

خواب تک مین بھی نہ آئین آپ ہی جاپے خیال
آہ کیا طالب کو بھی چہرا دکھانا منع ہی

شمع رو تجکو مری پروا نہووے تو نہو
دل جلون کو سوز ہجران سے جلانا منع ہی

تونے فرمایا کہ تو چشم حقیقت بین سے دیکھ
میری آنکھ کہان ایسا تھا نا منع ہی

اسلیے سن ہین تری سن سن کے پایا ہین ناصحا
ہمسے دل افسردگان کو غل مچانا منع ہی

اکون اہل درد ہی یان عیش پر خاموش ہی
اپنے دل کا حال ہر اک کو سنانا منع ہی

۲۲

جلوہ سے اپنے نور مقدس دکھائیے — پروانہ سان چراغ فلک کو جلائیے
بھٹکا پھرون مین دشت جہالت مین تا بہ کی — گم کردہ راہ عقل کو رستہ دکھائیے
افسوس اپنا حال بھی مجھپر نہو عیان — باطن مین جو گذرتی ہی کیونکر بتائیے
ٹھنڈا کلیجہ کیجیے دیجیے زلال وصل — مین نے کہا کہ دل کی لگی کو بجھائیے
فرمایا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھائیے کہین — بیجا ہوس کا اپنی نہ خاکا اُڑائیے

دیکھیگا انس عیش کو تا عمر اپنی اے خدا
انسان کیا تو پورا ہی انسان بنائیے

۲۳

مشاہدہ نہین دنیا کے کار و بار کا ہے — ہماری نظرون مین نظارہ لطف یار کا ہے
معاملات جہان ہین کچھ ایسے پیچ بہ پیچ — شکستہ ناخن دانش فہیم کار کا ہے
گلہ شراب کی تلخی کا ساغر خندان — نہین صراحی کو رونا گمہ خمار کا ہے
نہ جانے جان کہان سے تڑپ تڑپ کر دل — بھر خواہشون سے یہی حال بیقرار کا ہے
جو جان جائے تو جائے مگر نہ جائے آن — نہ التجا کرے یہ شیوہ جان نثار کا ہے
بھروسہ دم کا ہے اپنے نہین اگر اک دم — تو کوئی اہل جہان پھر کس اعتبار کا ہے
رہے جہان مین مکدر کہ خاک سے ہو بنا — ازل سے یہ ہی مقدر تو خاکسار کا ہے
سنبھلنا گر نہ غفلت سے دیا خواہش مین — کہ بچ کے چلنا چلن مرد ہوشیار کا ہے
جو معصیت کے ہمارے یہی ہین لیل و نہار — تو توبہ روز قیامت بھی کس شمار کا ہے

کنارہ کش ہو نہ جو جہان ہو گا عبور
یہ قول عیش مرے یار غمگسار کا ہے

۲۴

بچ کے چلنا عیش ہر دم نفس بدکردار سے — ٹھوکرین کھاتا نہ اسکی تیزی رفتار سے
طور ہین بیطور بگڑے باختہ ہوش و حواس — عشق کا غلبہ عیان ہے چہرہ کے آثار سے
خلوت دین مین نہان و چشم دنیا مین دو بین — نور آگین کب ہو اسکے جلوہ دیدار سے

جسم کے سب تار و پود اُکھڑے جدا ہیں بند بند
ہر نفس جی ہی اُلجھتا ہر نفس کے تار سے

کتنے زور و شور سے نکلا ہی تن سے تو نفس
بچ کے ہٹ جو تھا یہی غل ہر در و دیوار سے

ہی قیامت جو رکھے خوف قیامت دل سے دور
سخت غفلت جو ہو غافل حشر کے آثار سے

اشک سوے دل کے کیسے کیسے افشانہ راز
اشکو حکم پردہ پوشی ہی رواں ستار سے

دل لیا دلبر نے جیسے ہو نہیں مطلق خبر
دل کہاں رکھا مرا پوچھو تو یہ دلدار سے

تیرا اقبال چمکیگا جو ہمت ہی ذرا
خواب غفلت دور ہو خود طالع بیدار سے

صاف کھل جاتا ہی عیش ہر ایک کا چال و چلن
بندش دستار سے رفتار سے گفتار سے

۲۳ تجلی یار کے چہرہ کی گر جلوہ دکھائیگی
رخ خورشید انور کو بھی آئینہ دکھائیگی

نہ پھیر و ہم سے نظروں سے اپنی سراپا آنکھیں
نہ جانے گردش فلکی ستم کیا کیا دکھائیگی

نہ خنداں ہو نہ پھول اے پھول ہستی کی ہی کیا ہستی
کہ رونا ہوگا آخر جب خزاں چہرہ دکھائیگی

سمجھ پیچ اونچ کی بھی چاہیے رکھنا تجھے منعم
وگرنہ یہ بلندی کبر کی نیچا دکھائیگی

نہیں سننے کی سنوائیگی راتوں یہ مستی
جو روز بد کسی نے بھی نہیں دیکھا دکھائیگی

نہ ہٹ رہا عیش سے چل نفس بد یہ کجروی تیری
کسی دن تجھکو غم کا روز سیہ دکھائیگی

۲۴ متاع زندگانی بھی جہاں میں کیسی سستی ہی
کہ بازار عدم میں جسکی کوڑی کی نہ ہستی ہی

نشہ بھی یہ قوت کا کہ ہی لبریز جام عمر
چھلکنے بعد دم بھر میں فرو سب جوش مستی ہی

نہیں واجب ہی یاں رکھنا تجھیں تن خرد آشنا
کہ آخر کار رہنے کو خموش آباد بستی ہی

بنا آسا نہ پھول اتنا شگفتہ فی سے اے ناداں
کہ موجوں کے تلاطم میں یہ دم بھر کی بھی ہستی ہی

نیاز ناز ہیں شان سب بے نیاز اظہر
اسی کو دیکھا ہر شی میں حق حق حق پرستی ہی

تکبر کیا نہ کر شعلہ بلند آتش مزاجی سے
مناسب خاکیوں کو خاکساری اور پستی ہی

برابر عشرت و عسرت مجھے ہین عیشؔ غم کیا ہے
نہ دولت کی خوشی کچھ ہے نہ رنج تنگدستی ہے

خون دل ہی ہجر مین اچھا شراب ناب ہے
دھوپ بہتر ہے قیامت کی شب مہتاب سے

وہ نہ نسبت بیقراری کو مری سیماب سے
ہے کہین کم اُسمین بیتابی دل بیتاب سے

یون ہی خاموشی نہین ہے چشم میگون کا خیال
ہے مریض عشق کو آرام جو اس خواب سے

ہاتھ دھو رکھیے گا برپا ہو گیا طوفان اشک
بچیگا اب خانۂ تن آب کا سیلاب سے

بحر دنیا مین ہوا سے حرص طوفان خیز ہے
عمر کی کشتی بچے کیا نفس کے گرداب سے

معصیت سے بند ہین آنکھین تو ہو تو چشم نم
ہوش ہے بیہوش کو آتا ہے غافل آب سے

ہوگا غور نفس سے دل کے بیشک نفس زیر
لیگا بازی کون رستم کے سوا سہراب سے

بے ادب آنا نہ مجنون ہمسے دیوانون کے پاس
ہے کلان کے آگے آنا چاہیے آداب سے

کیون نہو تا قابل کو عیشؔ اپنی اور رنگ
گوہر بے آب بھی رکھتا نشان ہے آب سے

ہجر کسکے لیے یہ اسقدر سامان ہے
یہ بھی جانے ہو کہ کتنے دم کا دم مہمان ہے

ہاے مجنون ہے کہان او محمل لیلی کہان
نجد کے بن کی گئی رونق کہان سنسان ہے

اُسکے مژگان سیہ نے سیکڑون رخنہ کیے
آج دکھلا دے جو کوئی ثابت الایمان ہے

جو قفس سے تن کے چھوٹا جا کے زلفون مین پھنسا
دل کی قسمت مین ازل سے ہی لکھا زندان ہے

ہان تو رعب حسن سے منھ مین زبان بھی ہی نہین
اور وہان اظہار حال عشق کا بہتان ہے

سادہ روئی کا تمھاری وصف شب بھر جو لکھا
یاد اب آتا نہین ہے اسقدر نسیان ہے

دیکھو رشک مہر کو کیا کیا لگاتے ہین ہوس
عیشؔ پیر بوالہوس نے گرم کی دوکان ہے

تسکین دل بیتاب کو کیا کیا نہین کرتے
پر حضرت دل ایک اثنا نہین کرتے

صاف آئینہ ہی نظرون سے گرجاتا دوئی کا — حیرت نہین آئینہ جو دیکھا نہین کرتے
کیا خاک ہون گم ہم بتلاش دل مقصود — دانا کبھی نادان کا پیچھا نہین کرتے
کیا نالون سے بھی طالع خوابیدہ نہ جاگین — یہ ہم کسی سوتے کو جگایا نہین کرتے
آئینہ مین ہم دیکھتے ہین اپنی ہی صورت — باطن مین بھی ہم غیر کو دیکھا نہین کرتے
دل پھنسنگیے جو دو بوسہ رخ زلف اٹھا کر — کچھ ایسے گلے پڑکے تو سودا نہین کرتے
گر نکلے ہی دل تن سے تو کیا غم نہین اسکو — اڑکو مزاجی لوٹے ہی رویا نہین کرتے
لو سچ ہی دکھا دیتے ہین آئینہ ہین ثانی — تم کہنے ہمارے کو تو مانا نہین کرتے
کیون چھوڑی و من چاک کری چادر الفت — یون مرد تو دل جی کو چرایا نہین کرتے

آمد ہی خدا داد جو کچھ کہتے ہین ہم عیش
کچھ اپنی تو تصنیف کا دعوی نہین کرتے

۲۴۴
گر عیش نہو تو پھر ستم ہی — یا رنج والم ہی یا کہ غم ہی
آسکینگے نہ دم مین نفس بدسکی — جب تک کہ ہمارے دم مین دم ہی
ہو دسترس وصال کب دل — حضرت کا جو درمیان قدم ہی
اے آہوے تشنہ کب ہی چشمہ — کس چشم سے تیری اتنی رم ہی
کب آب سراب سے بجھی پیاس — کیون حرص و ہوا سے چشم نم ہی
ہین ادر یہ مجھ پہ جو رہا ہی دل — یہ آپ کا لطف ہی کرم ہی

اے عیش نہ کر زیادہ طلبی
تقدیر سے جو ملا نہ کم ہی

۲۴۵
کب سید تمھین اے دل محزون نہین کرتے — پر تم ہی کسی بات پہ ہان ہون نہین کرتے
کیا جانے سحر کرتے ہین کیا بات ہی پیچ لیگ — دل صاف اڑا لیتے ہین افسون نہین کرتے
کب ہاتھ نہین لگتا ہی سیدھا کوئی مضمون — جو وصف قد یار مین موزون نہین کرتے

آہو ہو تری چشم سے کیا لیلی مقابل
دید ایک بھی جسکو ترے مجنون نہین کرتے

ہم سادہ طبیعت ہین نہین بل کی کوئی بات
پیچیدہ تقاریر سے فون فون نہین کرتے

دیکھو کہ نظر بین ہی ہو ناظر کے ہو منظور
منظور مری بات کو تم کیون نہین کرتے

کب مہر کا جا قہر نہین تجھمپہ ہوا عیش
کب تیری مدد طالع واژون نہین کرتے

۲۴۳

مزاحق مین مرے جو کچھ ہوا ہو دادار بہتر ہے
معانی مانگون کس منھ سے کہ کیا کردار بہتر ہے

تکبر کے جو لفظون سے ہے پُر لا فرق ہے وہ سر
اُترنا دوش تن سے ایسے سر کا بار بہتر ہے

نہین عاشق ہین قیس و کوہکن مجنون وحشی ہین
یہی باعث اُسے جنگل اسے کہسار بہتر ہے

مقام حسرت و افسوس کھوئی عمر غفلت مین
عدم مین رہنا اس ہستی سے ہان سو بار بہتر ہے

بڑا حرص و ہوا کی کشمکش سے جی اُلجھتا ہے
جدا کرنا ہی تن سے یہ نفس کا تار بہتر ہے

کسی کا پاس خفگی ہو گیا مہر دہان اپنا
کہین کیا گو کہ حال زار کا اظہار بہتر ہے

قیامت خیز ہے مت مُردہ دل کو شعلہ ناکردو
کر ایسا فتنۂ خوابیدہ کب بیدار بہتر ہے

عیان سب پر ہوئی جوہر کی اُسکے من عن حالت
بکا جو یوسف مصری سر بازار بہتر ہے

نہین عقدہ کھلا جو عیش بیان سکے حق و باطل کا
نہان رکھنا ہی ہان ہر اک سے یہ اسرار بہتر ہے

۲۴۴

تکلیف مصائب تو ہے ایجاد ہماری
کیا یار کوئی کر سکے امداد ہماری

کیا پالا یو نہین تھا دل احسان فراموش
بھولے سے کبھی تو نے نہ کی یاد ہماری

کیا خوش جبین دم بھر کا بھروسا نہین دم کا
ہے آب و ہوا پہ ہی تو بنیاد ہماری

مرتے ہین ابھی جینے پہ افسوس صد افسوس
اک دم ہے فقط عمر کی تعداد ہماری

باقی نہ رہے غم کوئی اور کوئی نہ تشویش
مانے جو نصیحت دل ناشاد ہماری

قانع نہ رہین دست نگر غیر کے کیون ہون
ہو جبکہ بدِ غیب سے امداد ہماری

تدبیرین جو ہم کرتے ہین تقدیر کے برعکس ۔۔۔ جاتی ہین یونہین محنتین برباد ہماری

دنیا مین ہر اک جا ہی بپا شور قیامت
کیا عیش سنے غیر کوئی فریاد ہماری

نہ سیر چمن کی مجھے آرزو ہی ۔۔۔ نہ سرو و سمن کی مجھے آرزو ہی
نہ خار جدائی کی دل مین خلش ہی ۔۔۔ نہ گل پیرہن کی مجھے آرزو ہی
نہ دولت سے مطلب نہ دنیا کی خواہش ۔۔۔ نہ فرزند و زن کی مجھے آرزو ہی
نہ عشرت سے فرحت نہ عسرت سے تنگی ۔۔۔ نہ آرام تن کی مجھے آرزو ہی
نہین زلف دنیا سے الجھاؤ دل کو ۔۔۔ نہ مشک ختن کی مجھے آرزو ہی
نہ دنیا کی چالون کی ہوش و خرد ہی ۔۔۔ نہ دیوانہ پن کی مجھے آرزو ہی

نہ اے عیش ہی عیش سے کام باقی
نہ رنج و محن کی مجھے آرزو ہی

جو روشن بزم دنیا مین ہین شمعین نور ذیجان کی ۔۔۔ یہ اونی سی شعاعین ہین مرے خورشید خشان کی
ہوا دل باغ باغ اپنا جو سیر باغ عرفان کی ۔۔۔ نہ اک جنت ہزارون خلد لیے دل پہ قربان کی
جو کی گلگشت باغ دل ریاضت سے تو یہ جانا ۔۔۔ ریاض خلد کیا ری ہی مرے صحن گلستان کی
جو مقیاس خرد سے مین نے جانچا تو یہ ٹھہری ۔۔۔ مکان لامکان سے بھی بلندی اپنے ایوان کی
صعود لامکان مین کیا ہی جز نام غبار آگین ۔۔۔ مگر دل ہی صفا منزل نزول ماہ تابان کی
تماشا پتلیون کا ہی یہ دنیا دید کیا کیجے ۔۔۔ سمائی مردمون آنکھون مین اپنے شکل جانان کی
مقید دین حج دنیا کی رسائی کیا ہو جانان تک ۔۔۔ کہ ہی محدود کوشش اسکی اینچی حد مکان کی
نہ انسانی ہی رکھنا دشمنی انسان سے انسان کو ۔۔۔ گر انسبت تمیز خاص ہی انسان و حیوان کی
ہین کم ظرفی سے بھانڈا پھوڑنے کو طفل شک اپنے ۔۔۔ نہین چھپنے کی ظاہر شکل کوئی عشق پنہان کی
جو بار حرص سے لا کر پھنسا کیچڑ مین دنیا کی ۔۔۔ خر بیدُم ہی وہ احمق بنا گو شکل انسان کی

جو دنیا دار کرتے ہین بسر آشفتہ حالی سے
یہی تعبیر ہے دنیا کے ہر خواب پریشان کی

نہین صورت نفع کی ایک بھی بازار دنیا مین
و لیکن سیکڑون شکلین ہین پیدا دین کے نقصان کی

بحیرت منہ تکا کرتا ہون جو آئینہ ہر اک کا
تعلق ہے مرے آئینہ داری دل حیران کی

۲۵۰
وحدت کا نقش حرز دل و جان بنائینگے
حرف دوئی کو لوح سے دل کی مٹائینگے

آئینہ رو کے روبرو کس روسے جائینگے
گر صاف دل نہوگا تو کیا منہ دکھائینگے

روکھا بدی سے دل تو مٹانا ہے کیا ضرور
وہ جو بگاڑتا ہے تو کیا ہم بنائینگے

ق

نقطے صفر ہین جنکی نہین قیمت و قدر
غیر از عدد و تو کوڑی کی قیمت نہ پائینگے

وحدت ہے صاف کیون کرین کثرت خیال ہم
وہمی نقاط صفحۂ دل سے اُڑائینگے

کیا خوش ہے خواہشون سے بھری سی ہے چل رہی
ہنس ہنس کے زخم دل پہ عمر بھر رلائینگے

کیا نفس دام حرص بچھاتا ہے دم بدم
آدم ہین ہم بھی دم مین تمھارے نہ آئینگے

سو بگڑے ہوے ہین نقش بنا کر کے عیش ہم
اہل جہان کو بند الم سے چھڑائینگے

۲۵۱
گردش تھی پاؤن مین کہ مٹا کر چلے گئے
دم بھر کہین نہ بیٹھنے پائے چلے گئے

کیا بیبسی سے آمد و شد ہے جہان کی
بھیجے تو آگئے ادھر جو بلائے چلے گئے

بزم جہان مین جانب فرش تک ملی
بیٹھے جہان وہان سے اٹھائے چلے گئے

پیدا ہوے تھے خاک سے ہے خاک ہی زمین
ہمراہ گرد باد اُڑائے چلے گئے

پتلے تھے خاک کے سو ہوے خاک آخرش
جوگی ہوے بھبوت رمائے چلے گئے

ستائے ایک دم کو نہ دم لینے کے لیے
جلدی سے اپنے پاؤن اٹھائے چلے گئے

نفرت ہوئی تو مڑ کے نہ دیکھا ادھر کو پھر
کیا ہو رہا ہے سر کو جھکائے چلے گئے

گھٹ گھٹ کے کھو دی جانے نہ کیون قدر و منزلت
بوجھ حرص دل کی آپ بڑھائے چلے گئے

یان کا بھی آنا جانا خیالی کرو خیال
دل مین خیال سیکڑون آئے چلے گئے

نادان تھے ٹیڑھی سیدھی چلے خود نہ کوئی چلا
پیر فلک نے جیسے چلائے چلے گئے

دنیا ہی رہگذر نہ مقام قیام عیش
تجھ ایسے سیکڑون یہان آئے چلے گئے

بیت

مبارک آج کا دن ہے خوشی نے خوش ادائی کی
مبارک دولہا دولھن کو ہو شادی کتخدائی کی

مبارک ہو یہ شب جسمین کہ نجم بخت چمکا ہے
مبارک ہو یہ دن جسمین کہ طالع نے رسائی کی

مبارک عشق و عاشق کو رہے دل کا فدا کرنا
مبارک باد ہو حسن و حسین کو دلربائی کی

مبارک ہو دو تن کا وصل ہو کر ایک جان ہونا
رہے وحدت مبارک اور یہ دوری جدائی کی

مبارک عیش ہو دفع غبار ماسوا تجھکو
مبارک صیقل وحدت سے جو دل کی صفائی کی

بیت ۲۵۵

راہ بد مین مت چلا کوئی نہ تا امکان چلے
نیک چلنی کے چلن سے با ہمہ نیسان چلے

زاد عقبیٰ کی ضرورت ہے کہ ہے لنبا سفر
وا ہے حسرت جو مسافر بے سر و سامان چلے

بار الفت اہل دنیا کا جو پھینکے دوش سے
وہ سُبک ہو کر رہ مشکل مین بھی آسان چلے

دور مین تیرے رہے کیون ساقیا تشنہ لبی
آب عرفان سے جو دور ساغر خندان چلے

باغ دنیا مین رہے جون گل شگفتہ خندہ رو
عیش جاے شکر گریان آے و خندان چلے

بیت ۲۵۶

جو دنیا مین چھوڑ کے ہستی عدم کو عزم کیا ہے
مگر کہان ہے یہ ثابت تو ہو عدم کیا ہے

یہان وجود و عدم سے وجود کے کیا کام
جو تھے جان لیا اپنا دم قدم کیا ہے

نہ تھین زمین پہ قدم پھونک پھونک کے رکھیو
ہمیشہ ہے ابھی ہوا نہ ثابت ہو دم کیا ہے

یہ عین عدل ہے کیا ہی جو سزا سے تقصیر
نگاہ غور سے خود دیکھیے ستم کیا ہے

زمین عجز پہ جو جبین نہ سر ہو وہ قلم
جھکے نہ جانب کا غذ تو وہ قلم کیا ہے

ہوئے

نفس کی آمد و شد سے ہو زندگی کی فنا
خبر بھی ہو تجھے ہوتا یہ دمبدم کیا ہو

ازل سے لازمۂ تن بنا ہین رنج و سنج
خوشی کی کیا ہو خوشی عیش غم کا غم کیا ہو

حرم مین دیر مین گرجا مین جستجو کیا ہو
کیا ہو آپ کو کیون گم یہ جان تو کیا ہو

جہان کو پشت دکھا بند کر ادھر سے چشم
یہ چشم باطنی پھر دیکھ روبرو کیا ہو

یہ آئینہ ہو نہین آئینہ مین کوئی اور
ذرا تو دیدۂ دل کھول سو بسو کیا ہو

یہ کون بول رہا ہو پکارتا ہو کسے
موذن اتنا سمجھ جائے گفتگو کیا ہو

رکھے جو عطر خرد بھی بجا ہے اترانا
حسین ورنہ گل مصفر ہو بو کیا ہو

دیا خزینۂ تقدیر تجھکو قدرت نے
غنی بنا دیا پھر تجھکو آرزو کیا ہو

رکھے ہو ماتھے پہ اپنے سیاہی کا ٹیکا
جو زشت خو ہو کلنکی وہ خوبرو کیا ہو

جو آج چین سے گذرے تو کل کا کسکو غم
ابھی سے خوف قیامت کی ہائے ہو کیا ہو

خود آپ آب ہو تر دامنی سے اپنی عیش
نہ چھینٹے دیجیے اب اسکی آبرو کیا ہو

طلب ہو ایک ہی کشتہ کی جستجو کیا ہو
فنا ہو دل مرا بس اور آرزو کیا ہو

جو میرے حال پہ مبذول ہو عنایت دوست
عداوت قلبی تیری اے عدو کیا ہو

ہو ریگ جہل سے خود خشک ہو کر کھو گئے آب
ملے نہ جا جو سمندر سے آب جو کیا ہو

جو آب تیغ صنم سے نہ آبرو پائے
ہو تشنہ کام رہے عمر بھر گلو کیا ہو

وہ خشک مغز کا ہو بار تن سر خودسر
جھکا نہ تجھ سے جو اسکی آبرو کیا ہو

گیا نہ زنگ کدورت جو مرآت دل سے
تو دیکھا دیکھی یہ ظاہر کی شست و شو کیا ہو

سنیگا کون یہ مجذوب کی بڑ اے عیش
ذرا تو دل مین ہو قائل یہ گفتگو کیا ہو

۲۵۴

جاتا جب یہان سے یقینی ہو تو جاتے جاتے
کیون نہین فائدہ آنے کا اُٹھاتے جاتے

باغ ہستی سے نہ تھی چشم یونہین جائینگے کہان
گل نظارہ ہی آنکھون سے اُٹھاتے جاتے

بے خزان باغ کو سمجھا ہی کہ گل کو بے خار
دل عنادل جو گلون سے ہین لگاتے جاتے

ہم مسافر ہین یہ مہمان سرا ہی دنیا
راہ مین ٹھہرتے شب بھر کو ہین آتے جاتے

کیون مخیر کو نہ ممسک کہون عقبیٰ مین ضرور
یہی کچھ لینگے جو ہین دیتے دلاتے جاتے

ہم جو بے سود یہان آئے تھے آئے ای کاش
اصلی سرمایہ تو اپنا نہ گنواتے جاتے

کوئی خندان ہو تو کیا ماتم گھر ہی دنیا
رونا رہتا ہی ہمیشہ جہان آتے جاتے

رونی صورت ہی جسے دیکھیے ۔ وقت تولید
رشتے آئے تھے جو جاتے ہین رُلاتے جاتے

کہتے دنیا کو ہین ہم مزرع عقبیٰ ای عیش
تخم نیکی نہین کیون بوتے ہو جاتے جاتے

۲۵۵

نظر مہر و کرم تیری جو جانان ہو جاے
کیا عجب ذرہ اگر مہر درخشان ہو جاے

مشکل ہمت سے مشکل جو کسی مشکل ہو دل
مشکل اس سہل ہی تدبیر سے آسان ہو جاے

چھوٹا منھ اور بڑی بات کی پھبتی تھو کیون
چھوٹا دل سیکڑون اشیا کا جو خواہان ہو جاے

ہو سکے با شر کوئی اپنے کو بشر سمجھے تو کیا
آنس جسمین نہین ممکن نہین انسان ہو جاے

یہ مسلم ہی کہ ایمان پہ ہی مذہب کا مدار
کوئی ہندو رہے یا کوئی مسلمان ہو جاے

دل ٹھکانے نہین جسکا نہین اُسکا ایمان
دل نہ ٹھہر لے تو کیا صاحب ایمان ہو جاے

جنکا ایمان پری پر نہین قابو کیا ہین
دیو ہون یا کوئی ذی تخت سلیمان ہو جاے

کیا ہی وسعت نہین جا اک گل خواہش کے لیے
عیش یہ تنگ مری زیست کا دامان ہو جاے

۲۵۶

عجب ہے روح کو جانا خیال تن مین رہے
جسے نہ جسم کی لی فکر پیراہن مین رہے

ہی حال اپنا عجیب غریب بے پس و پیش
سفر کو پانون جو اُٹھے نہ ہم وطن مین رہے

خزان کی فکر جو ہی کیا بہار کی ہی بہار — گلو یہ خار جو چبھتا ہی کیا چمن مین رہا ہی
شباب کی نہو آتش نہ سرد ہمت بن — حیات ہی یہ حرارت اگر بدن مین رہا ہی
ہوا تو کشتہ مگر بل کی لے رہا ہی نفس — کہ جیسے پیچ اور بل سوختہ رسن مین رہا ہی
خدا کلام سے ظاہر ہوا خدا سے کلام — عجب نہین ہی کہ جو جان جان سخن مین رہا ہی

جو دل وہین ہی غریب الوطن نہین ہین ہم
مسافرت مین بھی اے عیش ہم وطن مین رہے

جو قطرے نہین ہین تو دریا نہین ہی — جو دریا نہین ہی تو قطرا نہین ہی
ظہور خدا خود ہی پیدا نہین ہی — اگر دوسرا ہو تو یکتا نہین ہی
خودی سے خدا خود ہی سمجھ جو دیکھا — نہ سمجھا جو بندہ ہی مولی نہین ہی
ترا عکس پانی مین جو دیکھتا ہی — یہ ہی نقش بر آب سچا نہین ہی
دوبینی ہی کیون احولانہ نظر سے — سوا تیرے فی الاصل اصلا نہین ہی
حباب آسا کیون مٹتی مٹتی ہی ہر دم — اگر نقش ہستی مین ابھرا نہین ہی
نہ کوئی کرے کیون نہ بد سے نکوئی — کہ تن نیک یا بد ہی تنہا نہین ہی
ہی اچھا انھین بد جو کہتے ہین مجھکو — برا ماننا مجھکو اچھا نہین ہی

ہو سمجھا نہ پا جاے آلام دنیا
تجھے عیش کیا یان جو رہنا نہین ہی

۲۲۱
ہم بھی تمھین گو تم ہمین آنے نہین دیتے — پابندے ہین تصور سے کہ جانے نہین دیتے
لاتا کلوا لاتشربوا جا دہن سے کہتے — ایک پارۂ نان کھانے کھلانے نہین دیتے
بے بہرہ سماعت سے ہین غم غائی ہین جاہل — کیا پند کہون سننے سنانے نہین دیتے
بھیجون تو ہون مین نفس کو آغوش عدم مین — یہ پانچون مگر سونے سلانے نہین دیتے
پروانہ کسی شمع کی ہی اپنی لگن اور — دل سوز ہین گو دل کو جلانے نہین دیتے

نادان کی رفاقت ہی بُری نیک و بد احوال اطفال سرشک اپنے چھپانے نہیں دیتے

اس آن کے ہم عیشؔ ہین نسو ہو دین مصائب
اک آن بھی غم پاس تک آنے نہیں دیتے

۱۲۴
پھراتا ہی جی میرا جو یون بیکار جانے دے وہ دشمن ہی جو دم خالی نہ ذکر یار جانے دے
یہ ہین یہ ہم سے تو نے ہی پھر رشتہ ہی کیا جوڑا نہین گر الفت دل سے بندھا زنار جانے دے
نہ جانا دانہ دانہ کو نہ پھیرا من کے منکہ کو تو نادان تیری مالا ہی گلے کا ہار جانے دے
نہین گر نفس پہ غالب نہ دل قابو مین آتا ہی تو طاعات ریائی بھی اسے مکار جانے دے
عبث یہ چشم ہی کیون ہی لپکتا پھاڑ کھانے کو درندہ تو نہین تو عادت خونخوار جانے دے
گھٹا جاتا ہی دم تن مین ہوا کھانے دے اک دم ہی ہوس ہی دید گل کی جانب گلزار جانے دے
ابھی اثبات واحد ہو نفی اثنین ثلاثی کا جو اکو بسم کا ہو وسے مقرا نکار جانے دے
طمانیت نہین ممکن نہ قصہ مختصر ہو کر ہو کیسو کیسے دل جو جانب بسیار جانے دے
میرے منقوش دل ہی ایک جو ہی احد کی جان مجھے کیا تین تیرہ سے نہ کر تکرار جانے دے

جو خود ہی ہیچ دنیا کام یان بیم و رجا کا کیا
تجھے اے عیشؔ کیا غم کیا تجھے درکار جانے دے

۲۲۶
وہ مرد خوش ہی وقت غم جو فکر و غم نہ آنے دے رہے ثابت قدم ہر دم نہ استقلال جانے دے
سہانا ہی سماں یہ نغمہ وحدت سنانے دے تجھے اگ لا ای نفس گت اپنی بنانے دے
چلے ہی تار دم جب تک بجا نغمہ سرائی ہی یہ نوبت چند دم کی ہی بجے جب تک بجانے دے
نثار اک دم کی قیمت پر جو ہون دونون جہان شایان ارے ان مول ہی یہ وقت یون ضائع بجانے دے
ملی ہی بن گیا سچ مچ کا کیا جھوٹے خدائی کی خدا آئے نظر یان جو خودی اپنی مٹانے دے
دلا بھولے سے بھی تو یاد دنیا مت دلا ہرگز مجھے رہنے دے بیخود اور خودی اپنی بھلانے دے
تری اللہ اکبر خواب شیرین یہ اگر واعظ جگا سے آپ پند تلخ سے اسکو جگانے دے

جو چکنی چپڑی باتوں سے ہی روغن قاز ملتا ہی نہ کر امید یہ اُس سے لگی دل کی بجھانے دے
جو تو حق پر ہی حق ناحق کسی سے بھی نہ لڑ ہرگز تجھے جہلا سے کیا نسبت انھیں ہو حق مچانے دے

خیال تمکین بجود جو پڑا ہی دل خیالوں سے
خیال اتنا نہیں وہ انکو کس جا بار پانے دے

ایضاً

ماسوا سے نہیں خائف ہوں مددگار مرے گو زمانہ ہو عدو آپ رہیں یار مرے
ساحرہ دنیا تو آنکھ اسکی ہی جادو کی بھری عاشق چشم ہیں کس چشم سے ای یار مرے
لیکن خدا ہی تیرا ہی حافظ و ناصر ورنہ روگ بیٹھے سبب یہ لگا ای دل بیمار مرے
ذکر سے جو رہے ناکام تو کس کام کی زیست تف اُن اوقات پہ جو جاتے ہیں بیکار مرے
دور بیتابی نہ کی دل کی نہ دلجوئی کری کیسے دلبر ہو مرے کیسے ہو دلدار مرے
نفس بیچ و ررہا تا زیست اسلیے توبہ مانگوں کس رو سے عفو جب ہیں کردار مرے

دیکھنا عیش منغص نہ کہیں تمکین کا ہو
نفس کی مانیو مت ای دل غمخوار مرے

ایضاً

زمیں پر نقطہ فلکی جو اُترا اُسکو کیا کہیے یہ نکتہ غور قابل ہی خدا کہیے جدا کہیے
بنا جو خود بخود بندہ اُسے کیسے خدا کہیے جو خود کو کوئی شی سمجھا خودی کا مبتلا کہیے
دو بینی دور کر کے خود خرد سے خود کو پہچانے تو حق یہ ہی کہ اُسکو مظہر حق برملا کہیے
جو ہو بحر جہاں میں ناخدا سے عشق کا شاکی رہ و رسم محبت کا اُسے نا آشنا کہیے
ہر ایک صورت جہاں دیتی ہو ہر شی پر یہ ہی اچھا برا مت ماننا اُسکو بھلا کہیے برا کہیے
نہ دے جو ساتھ آخر تک آڑے وقت پیر آئے تو اُسکو دوست کہیے یا سراسر بیوفا کہیے

جو ایسا بیوفا ہی جسم پھر اُس سے محبت کیا
مناسب تمکین ہی ترک عدو سے یہ دعا کہیے

ایضاً

ہو محبت پر باد دل کیا خاک استقلال ہی آگ لگ جائے ایسے پانی سے پتلا حال ہی

یار سے ڈر کے ترک دنیا کیون نہ کیجے سربسر　　جال جسکی زلف کا جی کے لیے جنجال ہے
مثل مار گنج ممسک مرنہ سیم و زر پہ تو　　جو خوشی کا ہو نہ جینا مال پھر کیا مال ہے
جان نہ دو دنیا پہ اسکا عیب ہے رفع دیکھکر　　رستم و سہراب کی قاتل یہی تو زال ہے

عیش ہے فرقت کی شب کالی بلا کا سامنا
ماہرو کے ہجر مین ایک ایک ساعت سال ہے

مخمس

جو ناز سے پلا تھا بہ مشکل بہر نمط　　رہتا بلکتا آج ہے بیدل بہر نمط
حقدار رحم و عدل ہے عادل بہر نمط　　دلداری دل سے کرنے کے قابل بہر نمط
قابو مین آپ کے ہے مرا دل بہر نمط

جب رتبیان ہو عرش سے عالی مقام مین　　کیا فائدہ ہے ہمکو زمین کے قیام مین
کیا ہین نکمے جو رہین ہم یان کے کام مین　　دانائی کیا ہے کیون رہین دنیا کے دام مین
ہمکو تو اختیار رہے حاصل بہر نمط

کیا میٹھی میٹھی نیند یہ ہین آپ سو رہے　　دنیا کی زلف مین پڑ کے جیسے الجھ گئے
کچھ ہوش بھی ہے کب سے ہو بیہوش چت پڑے　　گذری تمام شب تمھین جنجال مین پھنسے
اب ترک خواب چاہیے غافل بہر نمط

گلشن مین چل رہی ہے ہوا کیسی پُر گزند　　گردن مین ہر شجر کے فنا کی پڑی کمند
افسوس اسپہ بھی تمھین جینا رہا پسند　　کیا زندگی کہ گل کو خزان تم قفس مین بند
مرنے کا ہے مقام عنادل بہر نمط

سیدھا کر اپنے نفس کو گر ہو گئے کجروان　　وہ بیوقوف اگر ہے تری عقل ہے کہان
یہ شعر کیا سنا نہین تو نے کبھی بھی ہان　　گو مثل مو الجھ کے ہو جاہل وبال جان

سلجھاتا شانہ وار ہے عاقل بہر نمط

کیا روسیہ ہے زیست کے دن کر رہا بسر | عاصی سیہ نصیب کو یہ مارتا ہے ڈر
آسان گذر ہوگا جو درپیش ہے سفر | چلتا ہے کالے کوسون کا اور دشت پُرخطر

اور رات اندھیری پڑ گئی مشکل بہر نمط

جو ہین سوار کیا اُنھین مشکل ہے پہونچنا | جو ہین سبک خرام یہان اُنکا ذکر کیا
حالت کو میری دیکھیے مین ہون پیادہ پا | ہے راہبر نہ توشہ نہ دیکھا ہے راستا

کیا پانؤن اُٹھین کہ بھاری ہے منزل بہر نمط

وابستہ دم سے نفس کے ہین سیکڑون ستم | دنیا مین داؤگھات ہین اسکے نشر علم
گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہے دمبدم | ہے آدمی تو دم مین نہ آسکے ایک دم

یہ جان نفس جان کا ہے قاتل بہر نمط

بے من کے مارے بھی کہین صاحب ہوا ہے دل | اگر خواہشین بنی ہین تو پھر کیا کیا ہے ترک
قائم جو دل پہ خوف ہے تو کیا بھلا ہے ترک | اگر رنج آرزو رہا تارک کو کیا ہے ترک

ہے عیش وہ بھی دنیا مین شامل بہر نمط

دیگر

خزان کے آتے ہی بولی یہ بلبلا بلبل | ستم ہے میری مرادون کی شمع ہو گئی گل
بجا ہے گریۂ شبنم کہ زیر آب ہین گل | نمو و کیا ہے جہان کی فقط سراب کہ جل

دگرنہ جو نظر آتا ہے ہے فنا بالکل

فلک زمین کا بگاڑے جو یون بہ انتقام | کہ کھاے داغ پہ داغ اور اُسپہ یہ طرہ
جلاے پانؤن سے چوٹی تک شعلہ | نسیم پورا کھلانے نہ پائی تھی غنچہ

یہ گل کھلا کہ چراغ حیات گل ہوا گل

گو آج گل ہے یہ موسم بہار کو بیشتر | نصیب بہار دکھاتے ہین غنچے کھل کھل کر

مگر ہے دیو خزان کا تو دل پہ بھاری ڈر — بہار گل جو دو روزہ ہے تو نہ کھل اسیر
خوشی سے پھول نہ آشنا نہ چہچہا بلبل

نہیں خبر یہ تمھیں عشق نے کیا کیا ہے — میں غمزدہ ہوں مجھے چھیڑنا بھلا کیا ہے
ہے عمر بھر مجھے رونا ابھی ہوا کیا ہے — نہ ہنسیے برق مضطرب رہا چھپا کیا ہے
گرا یہ آسمان مرے گریہ سے راز سب گیا کھل

نہال ہو گئے شہید سست تجھ سے جام جسم — بھری نظر تری بخشش کی گر نہو کی کم
جھکی ہی شاخ ثمردار رہتی ہے ہر دم — جھکا ہے وقت عطا گردن اپنی اہل کرم
گئی صراحی کی جو ہوا یاغ سے قلقل

پھرا زمانہ تو کیا یار اگرچہ دلبر ہے — نہ جائے فکر ہے برگشتہ گر مقدر ہے
مگر غبار یہی دل پہ ہے یہی ڈر ہے — نہ صاف صاف یہ کہنا کہ وہ مکدر ہے
کہ تکلیف پہلے ہی غم سے مرا ہوا ہے قلق

دیگر

یہ تشنگی ہوا و ہوس کی شباب میں — جسکی ہوا بندھی دل خانہ خراب میں
کب بجھ سکیگی ہوش بھی ہے اضطراب میں — کیوں غافلو گذارتے ہو عمر خواب میں
اچھا خیال آپ کیا ہے سراب میں

کیوں تشنگی سے حرص کی ہو تم عذاب میں — کیوں محویت تمھاری ہے بحر فکر آب میں
غیر از ہوا نہ آب ہے جام حباب میں — کیا غافلو گذارتے ہو عمر خواب میں
اچھا خیال آپ کیا ہے سراب میں

گو دن میں سو شعاعوں سے کاوے علم کرے — کیا ہے اگرچہ ظلمت شب بھی عدم کرے
ہاں ذرا بھی جہل جو دنیا کی کم کرے — رخ جانب تجلی روئے صنم کرے
منہ دیکھوں میں بھی تاب ہے آفتاب میں

کیون چھوڑکر شرافت اصلی ہین ذلیل
امرد ہی سے وہ دوزخ و جنت کے ہون کفیل
ثانی ہو سو ذلیلون کی دل مین نہ آئے میل
دین دل مین جا صنم کو یہ بیجا ہو قال و قیل
گذری ہو عمر بحث عذاب و ثواب مین

دنیا کا میکدہ نہین آرام کا مکان
ہین ساغر و سبو جہان وہ ہو کی ٹھلیان
ساقی نہین تو کیا ہو بجز درد سر یہان
غافل خمار مین ہو سرور نشہ کہان
کچھ جانتا ہو فرق سراب و شراب مین

جب ما سوا پہ اپنی نہین ٹھہرتی نظر
جب سے ہمنے ہیچ جان لیا سب کو سربسر
کیون ڈر کے مارے ہم مرین کسکا ہا خطر
اپنی بلا سے کھینچے دنیا کی زلف گر
بل کھا سے ہمسے یا کہ رہے پیچ و تاب مین

غفلت سنے مجھسے دور رکھا یار کا جمال
کیسی ہنسی خوشی مین دیا ہاے یہ ملال
دلبستگی جہان کی ہوئی جان کی وبال
آنکھین کھلین تو خندہ دنیا کیا خیال
رو دیا کہ عمر کھوئی یونہین اپنی خواب مین

ثاط کو ضرور ہے ہر ایک احتیاط
بیشک بجا ہو نیک قواعد کا انضباط
کیسا برا ہو ہر کسی و ناکس کا ارتباط
افسر جو ماتحت سے بڑھاتا ہو اختلاط
آجاتی ہو ضرور کمی رعب و داب مین

فانی جو جانے جسم کو ہو با خبر وہی
جانے جو قدر روح کی ہو با قدر وہی
اشرار سے جو دور رہے نیک ہے وہی
بے شر جو کام عقل سے لے ہو بشر وہی
ورنہ تمیز کیا ہو بشر اور دواب مین

فانی سرا مین رہنا ہو گو صرف رات بھر
نیند اپنی ہو اچاٹ کہ ہین سیکڑون خطر
کسکے اسپ نفس کو اور باندھ کر کمر
در پیش ہو وطن کا جو آخر تجھے سفر
ہر لحظہ عیش پاؤن ہو اپنا رکاب مین

مستزاد

ذرہ ذرہ جو ڈھونڈھ کر دیکھا - بہرہ ور دیکھا
سب میں خورشید جلوہ گر دیکھا - یہ اثر دیکھا
ہمنے دنیا کو رہگزر دیکھا - پرخطر دیکھا
گذرے سے خود سے تو یاں گذر دیکھا - کچھ نہ ڈر دیکھا
شب کو ٹھہرے سرائے فانی میں - زندگانی میں
صبح کو پیش پا سفر دیکھا - اے خضر دیکھا
نقش فی الماء یہاں کی راحت ہے - کم مسرت ہے
رنج کا نقش فی الحجر دیکھا - بیشتر دیکھا
فی الحقیقت رہ طریقت کا - یا حقیقت کا
غیر سالک نہ راہبر دیکھا - ہمسفر دیکھا
کار دنیا کا دل کو غصہ ہے - رنج آلودہ
دیکھیے کیا کہ درد سر دیکھا - سر بسر دیکھا
نہ سبب یہ ہے نظر عقلی - محض ہے امی
اہل اسباب بے خبر دیکھا - بے ہنر دیکھا
ہائے غفلت کو کیا کہیے خیال - ہے یہ جنجال
خواب کو مضعف بصر دیکھا - رات بھر دیکھا
عیش ہے دور رہیں دو در اندیش - سبھی ہیں پیش
کوتہ اندیش کم نظر دیکھا - بے وقر دیکھا
عیب میں تو ہوا ہوا یہ عجب - بڑا یہ عجب

تو نے سمجھا ہنر ہے کیا یہ عیب - خوشنما یہ عیب
ہوئی یہ بو سے فاش میخواری - یہ ہوئی خواری
نہ چھپانے سے بھی چھپا یہ عیب - کھل گیا یہ عیب
کیوں تنزل یہ ہے ہنر تیرا - کبھی دیکھا
نہ کرے غور کیوں بڑھا یہ عیب - ہوا سوا یہ عیب
کی معائب پہ نفس کے نہ نظر - تو نے سمجھا ہنر
چشم پوشی جو کی کھلا یہ عیب - بڑھا یہ عیب
نہ کیا زیر نفس امارہ - نہ کیا کشتہ
اسلیے غالب آگیا یہ عیب - بڑھ گیا یہ عیب
نہ بگاڑا بری طرح کسکو - غور سے دیکھو
یار کسکا بھلا بنا یہ عیب - ہے بلا یہ عیب
نہ خودی سے خدا کو جانا ایک - بندۂ نیک
ہوا خود بین دوسرا یہ عیب - ہے بڑا یہ عیب
قرب ہے لوث سے یہ صاف و بری - فکر کسکی
عیب سے دور ہی رہا یہ عیب - رہا جدا یہ عیب
کیوں ہوں خاموش نہ کچھ پوچھیے دل کی حالت - دیکھ لیجیے مری صورت
کیا کہوں میں نہیں گویائی کی گویا طاقت - نہیں کچھ بھی ہمت
ناحق ہے ذن دنیا نہیں فرصت ابھی - اسکی عادت ہے بری
نیک مردوں کو نہیں نیک ہے بد کی صحبت - چاہیے رنج نفرت
دل واحد سے خیالات ہیں صدہا الّا - ہیچ ہیں سب بے مزہ یا
فرض ہے کثرت فرضی کو سمجھنا وحدت - ہے نہیں اصلی کثرت

دکھون قطرون سے بنا ایک ہی دریا دیکھا - یہ تماشا ہو منیا
کی ہو توحید نے کثرت کی یہان تک قلت - ہو گئی کثرت وحدت
بحر قطرون سے بنا کیون نہین قطرے دریا - کیا ہین دریلے جدا
دریا دریا ہے ہر اک قطرہ کی آب و عزت - کیا نہین حاصل حشمت
ہمنے جب موند کے آنکھون کو دوئی کی دیکھا - کوئی پردہ نہ ہا
چشم باطن ہوئی دلدار کی دیکھی صورت - ہو گئی حاصل وصلت
تنگدل عیش ہو کیون اسکو نہین کوئی غم - گو نہو جاہ و حشم
ہین مساوات اسے دونون ہی عسرت عشرت ایک ہین رنج و راحت
پیا خمخانہ عرفان سے گو صرف ایک پیمانہ - ہوا مدہوش و مستانہ
نہ پائی حالت دل نشہ وحدت نے مستانہ - بنا مجنون و دیوانہ
خدا را صدق دل سے بے نیاز و عجز کا تحفہ - برلے شمع و صدقہ
خودی کو چھوڑ نذر ناز نہین کر جان کا نذرانہ - مثال جان پروانہ
نہ ممکن دیکھی آبادی ہین جو وسعت بیابان کی نہ صورت امن و امان کی
بجان تنگ آگئے تن سے دل کو خوش آتا ہے ویرانہ - لیا گوشہ فقیرانہ
مکدر ہو گئے پارہ پارہ کر دلق ریائی کو - مقدم رکھ صفائی کو
اگر دل صاف ہو بہتر ہے اس سے طرز رندانہ - نہ خاک آگین گدایانہ
کوئی جا ہو مگر حق یہ ہے دل مین ہو صنم کی جا - کسی سے پھر غرض ہے کیا
بنی مسجد ہو یا گرجا حرم ہو یا کہ بتخانہ - ہو کعبہ یا کہ میخانہ
اگر کل ہے وہی ہو جزو کیا ہو اور شئ حائل - فدا تو دل مین ہو قائل
شناسے کو سمجھ کچھ تو نہ بن مجنون و دیوانہ - اگر عاقل ہے فرزانہ
یگانہ ہی جو یکتا عیشق ہو دخل دوئی کیونکر - یہ سمجھ لے ای دل مضطر

نہین جب درمیان تو ہی تو کیسے خویش و بیگانہ گفتنی ہی یہ افسانہ

جو کیا خیال تو رویا ہین کہ جہان خندۂ خواب ہی۔ کہ خیالی جام شراب ہی

نہین خندہ بلکہ یہ برق ہی بڑا جس سے جان کو عذاب ہی۔ دل سوختہ مثل کباب ہی

نہین اسکو ہست کہینگے ہم جو حباب بر سر آب ہی۔ دیا ایک نقش بر آب ہی

نہ بیا پر اُس سے کبھی جو کم ہو چمکتا رنگ سراب ہی۔ نہین بھی آب نہ تاب ہی

گئی ہائے بہار بہار کی کہ خزان کی نوبت ہی بجی۔ ہے گلون کی آس پہ اوس پڑی

نہ مقام خندہ ہی اے کلی بجا گریۂ چشم پُرآب ہی کہ چمن سے سب کو خواب ہی

ہُرا شیب آنے سے کیا حال ہی کہ عروج گذرا تو زوال ہی۔ ہوا آہ بدر ہلال ہی

نہ خوشی ہی دل مین ملال ہی ہوا دور دورِ شباب ہی۔ تو نہین مٹی پلید خراب ہی

ہو بقا تو کیسے ہو جان جان کہ فنا پذیر ہی یہ مکان۔ ہی ہوا یہ جسکی بناے جان

نہین جاے قیام ہی جہان کہ ہر ایک پا بر کاب ہی۔ ابھی یان سے چلنا شتاب ہی

کیا دل مین پسند جو نفاق کہ اشر سے ایذا جو اتفاق۔ ہوا خصلت بد مین جیسے چاق

نہین خیر سے جو رہا وفاق تو بشر کا کھوتا خطاب ہی۔ بنا آدمی سے دواب ہی

جو سمائی دل مین ترے خودی بخدا نہ نیک ہی یہ بدی۔ کریگا شرک تو نے جو پیروی

نہین تمکین تو نے جو دور کی ہوا اپنا آپ حجاب ہی۔ نہ سبیل راہ صواب ہی

جو خود کو خدا سے جدا جانتا ہی۔ وہ کیا جانتا ہی

خودی کا ہی بندہ خدا جانتا ہی۔ خطا جانتا ہی

وہی ہست ہی اور دائم بقا ہی۔ وہ قائم سدا ہی

جو معدوم کل ماسوا جانتا ہی۔ فنا جانتا ہی

بجا ہی گھڑی مین ہی گھڑیال سمجھے۔ جو ہی نوبت ایسی

بجا لے جو نوبت بجا جانتا ہی۔ بجا جانتا ہی

یہ ہم ہر وہ دنیا سے کیون دل لگائے - وفا کیا جتلائے
جو باطل سے خواب سا جانتا ہے - دغا جانتا ہے
جو دنیا باطل جو حق حق کو مانے - بد و نیک جانے
وہ حق حق فنا و بقا جانتا ہے - بھلا جانتا ہے
نہین دل لگی کھیل کچھ عشقبازی - یہ سر کی ہے بازی
جو جانباز ہو دل لگا جانتا ہے - خدا جانتا ہے
غرور و ریا عیش اچھے نہین ہین - یہ مار آستین ہین
بڑا اکبر کو کبر یا جانتا ہے - بلا جانتا ہے

رباعیات

ہمنے عالم جہان جہان دیکھا — آیا کہیں نظر جہان دیکھا
رہی وحدت عیان جو کثرت مین — اُسکو ہی ظاہر و نہان دیکھا

ولہ

عالم کی کی جہان دیکھا — لامکان کا وہی مکان دیکھا
اُسکو دیکھا ہر اک مکان کا مکین — رونق باغ و باغبان دیکھا

ولہ

کتنے دم کے لیے ہین یہ حرص و ہوا — کتنے دم کے لیے ہین یہ کبر و ریا
نادان خبر بھی عمر کی ہو تجھکو — بنیاد فقط ہے جسکی اک دم کی ہوا

ولہ

بدعہدون سے پڑھیے زمانا نہین اچھا — پچھتائیگا دل کا لگانا نہین اچھا
ہمدرد نہین بیرحم ہین ہمدرد کہان ہین — غیرون کو دلی درد سنانا نہین اچھا

	وله	
شیب کے روز دن مین خیال شباب		یاد جیسے صبح کو شب کے خواب
یاد بھولے سے بھی نہ رکھ کوئی		خود کو بھی بھول تا نہووے خراب
	وله	
دیکھ اے عیش تو ہر صورت		یار کی اپنے جلوہ گر صورت
وہی ہر شکل مین ہوئی ہے عیان		تھی جو باطن مین مستتر صورت
	وله	
ہے زیست کے گھر کی ایک دم پر بنیاد		اور اس پہ بھی رنج و غم کی صدہا افتاد
افسوس ہوا و حرص گھیرین تجھکو		اور بے خبری سے اپنی تو ہو برباد
	وله	
کیا ہے جو امواج ہون پیدا ہزار		باطن ہر موج مین دریا ہے یار
موج سے اپنی نہ نہان بحر ہے		صورت ظاہر سے بھی ہے آشکار
	وله	
نادان نہ کم و بیش ہو روزی مقدر		کیون فکر کم و بیش مین ہے دل ترا مضطر
بڑھتی ہے جو قسمت مین تری اوج حشم کی		مہتاب کے مانند نہ گھٹتی پہ نظر کر
	وله	
ہووے جو صورت سے نظر برکنار		بحر ہر اک موج سے ہو آشکار
بحر سے بھی پار جو ہووے نظر		آپ کو پہچان کے بیڑا ہو پار
	وله	
رشک گلشن نہ کیون ہو ہر اک باغ		ہر شجر کا ہرا بھرا ہے باغ
ہر سے ابر کرم کا ہے یہ پھیتہ		پتہ پتہ بنا ہے عطر غش دماغ

ولہ

کچھ ہوش بھی ہے آج کدھر ہے خیال عیش — دنیا کے حادثون کا ہے ناحق ملال عیش
فرضی ہین رنج و غم انھین اصلی نہ فرض کر — سچ واقعات خواب ہون یہ ہے محال عیش

ولہ

روح ہر تن کی سبب ہر تو بنا یہ عالم — ہر زبان ورد زبان کیون نہو ہر ہر دم
نہین پوشیدہ ہین ظاہر سے بھی ظاہر ہین ہم — اونگ ہر اونگ ہری ہین یہی اسم اعظم

ولہ

مجھکو پیر چشم نہ تھی تجھسے تو چشم ستم — پانی پھیریگی امیدون پہ مری یون پیہم
آنکھین دکھلائینگی یون دیدے اپنی دل کو — روگ لگ جائیگا اور ہوویگا رونا ہر دم

ولہ

کیسے مخلوق سے خالق کو جدا سمجھین ہم — ہر صفت اپنی ہی موصوف مین ملتی ہے ضم
ہو جو آئینہ سے آئینۂ سکندر کا وجود — نہین حیرت کی جگہ سمجھین اگر جام کو جم

ولہ

خاکساری کا ہے بلند علم — جس سے پہنچے ہین سارے جاہ و حشم
کیا ملا دیکھیے زمین کو عروج — جسکے آگے سر فلک ہے خم

ولہ

ہر ہر اک جا ہر اک مکان مین ہین — نہ زمین یا کہ آسمان مین ہین
ہر شب و روز ہر چہ ماہ و مہر — ہر ہر اک وقت مین ہر آن مین ہین

ولہ

نہین یہ جھوٹ سچ ہے خواب باطل ہے لگا کر لو — خیالی خواب کی اشیاء سے کیا کوئی کرے حاصل
ہے بعد از صبح صادق خواب بیداری سے جیسی — تو غافل یہ نہین ہے جاگتے مین جاگنا داخل

ہے

ولہ

لیکے آئینہ دیکھلے اب تو | توبہ توبہ بنائی شکل ہی جو
ای سیہ کار وقت توبہ ہی | منھ ندامت کے آنسوون سے دھو

ولہ

جسم سے درگذر کہ خاک ہی یہ | روح کو دیکھ تو کہ پاک ہی یہ
وصل مین گو کہ ہی خودی حائل | تیری دانش سے پردہ چاک ہی یہ

ولہ

نفس کی بھی شنید کی تو نے | خاک دل کی نہ دید کی تو نے
یہ نہ سمجھا کہ دل ہی عرش خدا | یون ہی مٹی پلید کی تو نے

ولہ

بے خبر کی یہ نہین خودی تو نے | اپنے حق مین یہ کی بدی تو نے
گر جہان مین پھرا خدا کی خوار | کیا ہی دل کی نہ سیر کی تو نے

ولہ

عبث جی دے رہا ہی تو بھلا یہ دوست ہین کس کے
انھین مطلب سے مطلب ہی کوئی مرتا ہو یا سسکے
محبت خالی دم بازی تھی دیکھو آخری دم پر
رفاقت کا جو دم بھرتے تھے اول دم ہی دم کھسکے

ولہ

گو ذات پاک ہی حد و جہات سے | امواج ہم تمام ہین دریا سے ذات کے
امواج عین بحر ہین اور بحر عین موج | موصوف کب جدا ہوا اپنی صفات سے

ولہ

ہاے پابند کرین مجھکو مرے دل کے خیال ۔ ڈالین زنجیر تو ہم مرا اسیر ہو حال
کیون خیالات پریشان سے نہ دل کو روکون ۔ جمع خاطر سے نہ کیون بیٹھون کر چھوٹے جنجال

ولہ

یون نہین برہم جو ہو رہا ہے مزاج ۔ آج کیا حضور کا ہے مزاج
رنگ چہرہ کا کیون ہے متغیر ۔ یک بیک کیون بدل گیا ہے مزاج

ولہ

دنیا جسے بتلاتے ہین کون فساد ہے ۔ دریکدگر ہر ایک کے بغض و عناد ہے
کیا دیدنی نہ دیدنی دیکھا ہے کیا کہون ۔ کچھ واقعات خواب کا بھی اعتماد ہے

ولہ

تخم مین ہے مندرج شکل شجر ۔ ہے شجر سے تخم کی تولید گر
سب لے سمجھ دو مت ہے تخم و درخت ۔ یہ ثبوت احدیت ہے غور کر

قطعات

ایمان لگتی کہنا نہین ہے کہان خدا ۔ کیا دوست جان بوجھ کے انجان ہو گیا
کافر سے کیون خدا کو سمجھتا جدا ہے تو ۔ مومن بنا کہ دشمن ایمان ہو گیا

ولہ

مثل کانٹے کے جو کھٹکتی ہے ۔ اپنے جسم نزار کی صورت
ہو وہ سے برباد تب صفائی ہو ۔ دل سے نکلے غبار کی صورت

ولہ

وہی ہے برف وہی موج ہے وہی ہے حباب ۔ وہی ندی وہی نالہ وہی سمندر شور

وہی ہے برف وہی ژالہ اور وہی شبنم
جدا جدا نہ سمجھیے کہ سب ہے آب ضرور

ولہ

ناقص ہوا ہوس کی ہے شدت سے جا بجا
ہے بحر آز جوش مین کامل بہر نمط
بوسیدہ ہے حیات کی کشتی نہ اسمین ڈال
آثار ڈوبنے کے ہین حاصل بہر نمط
اسکا کہان ہے پار نہ بیجوا کشتی کو چھوڑ
ہے پار کا بھی پار نہ ساحل بہر نمط

ولہ

اے ناصح ضعیف خرد فکر و غم نہ دے
اتنا تو سوچ عرض ہے تیری جناب مین
عیش شباب شیب مین ممکن نہین تجھے
بوڑھون سا کیسے دل کو بنا لون شباب مین

ولہ

بخشش مین معصیت کی مری ایسے سیکڑون
گذرینگے ایک حشر بھلا کس حساب مین
دوزخ بنی ہے میرے لیے بجز دلیل نہین
ہوگا کبھی نہ عدل سوال و جواب مین

ولہ

چل چکی تدبیر قسمت سے تری
سب امیدین تیری ہین بے ہاتھ پانون
رزق تیرا تیرے دم کے ساتھ ہے
پھرتا ہے کیون شہر شہر اور گانون گانون

ولہ

جاگ اے غافل کہ تڑکا ہو گیا
اب تو اٹھکر کچھ ہلا تو ہاتھ پانون
ہان چمک لے کچھ ذرا ذرہ مثال
زیست کے دن کی ہے ڈھلتی پھرتی چھانون

ولہ

نہین ہوا و ہوس کا دل صفا مین گذر
بجھا رہے ہین یہ پھونکے چراغ روشن کو
نہین معین چراغ حیات آتش خشم
جلا کے خشک ہی کرتی خرد کے روغن کو

ولہ

کس سے ہو دور اشتہائے حرص — جسکا بے حد شکم طویل و عریض
کیا ہو چارہ حریص بیچارہ — مرض جوع البقر کا خود ہے مریض

ولہ

دار فانی مین ہین الحق مشکلین صدہا خدا — کیا خودی کا اپنی دم بندہ بہ آسانی بھرے
سو حباب آب بن بن کر دکھاے آب و تاب — دیکھے آب بحر تو سمجھے گھڑے پانی بھرے

ولہ

نہین حیرت کی جا ہرگز نہین تدبیر کر چلتی — جو بگڑی ہے ازل کی اسکو کیا کوشش بنائیگی
کسی کا کیا گلہ کیجے کہ ہے دل پر یہ آئینہ — وہی کچھ دیکھنا ہوگا کہ جو قسمت دکھائیگی

ولہ

ہے ہنسی کی جا یہ تیرا جھینکنا — گذرے جو کچھ اسکو سہنا چاہیے
کیون ہے مضطر آدمی تو مردہ دل — زندہ دل تا زیست رہنا چاہیے

ولہ

رہ گذر مین کیا گزر کنگال کی — مفلسون کے جی سے پوچھا چاہیے
خاک دنیا مین رہین کیسے تہی — جس جگہ ہر شی کو بیسا چاہیے

ولہ

پانون پھیلا دیکھکر اپنی بساط — اپنی ہستی بھی تو دیکھا چاہیے
کون ہے تو کیا ہے یہ کون و مکان — کوئی دم تو اتنا سوچا چاہیے

ولہ

مار ڈالا یاس اور امید نے — کل کو کیا بیتے گی دیکھا چاہیے
ہے قیامت خیز اگلی سے خوف حشر — کیا ہو روز حشر ڈرنا چاہیے

ولہ

دنیا کے عیش مین ہو جو مصروف بعد مرگ	سہنی پڑینگی سختیان رنج و عذاب کی
بیداری مین عدم ہی جو اشکال خواب کا	تعبیر کسلیئے ہو برعکس خواب کی

ولہ

دنیا کے کم و بیش کی گر تجھکو کم و بیش	سد رہ بدرہ نہین ہو کچھ تو خبر اپنے ہی گھر کی
ہر دم ترے دم لینے سے گھٹتی ہے تری عمر	بڑھتی ہے تری حرص کبھی اسپہ نظر کی

ولہ

دمساز جو ہے نفس یہ دم دیتا ہے ہر دم	خوش ہو کہ کہسا تک ہے تری عمر بڑھا دی
ہے رنج کی جا دم یہ کسی دم نہو معلوم	جینے کہ تری زیست ہر اک دم ہے گھٹا دی
کی قدر نہ کچھ وقت کی جو بیش بہا تھا	افسوس کہ غفلت مین ہی کل عمر گنوا دی

ولہ

قفس وہ جسکے ہین نو در کشادہ	رہے بند اسمین دم طائر ہوائی
تعجب یہ ہے لیکن کیا تعجب	اُڑ نجیو ہو جو خود پا کر رہائی

ولہ

ملا کر آب و آتش خاک اور باد	عمارت جو کہ ریتی پہ بنی ہو
اور اک آتشکدہ ہو جسمین روشن	ہوا جسمین ہر دم چل رہی ہو
ہے اسکا جلنا گرنا کیا تعجب	عجب لیکن بنی جب تک رہی ہو

ولہ

بنا تن گو عناصر سے غضب ہو	کوئی عنصر جو زور اپنا دکھا دے
ڈبا دے آب مٹی خاک خاکی	اور آتش زندگانی کی بجھا دے
اگر غلبہ ہو آتش کا تو لاریب	وہ آب زندگانی کو سکھا دے

ہی ہستی خاک کی کیا خاک فوراً ۔ اگر پاوے ہوا غلبہ اڑا دے
جو غالب خاک ہو وے تشنگی آب ۔ عجب کیا خاک مین ہستی ملا دے
عجب جینا ہی لیکن کیا تعجب ۔ اجل گر نقش ہستی کا مٹا دے

ولہ

ہی بشد آمد دم پہ ہی موقوف زیست ۔ اور دم کا یہ عجب ہر دم ہی حال
گر نہ باہر جاکے گھٹ جاوے دم ۔ ایکدم بھی جینا ہو جاوے محال
اور جو باہر سے نہ واپس آوے دم ۔ موت اپنا آکے دکھلاوے جمال
جب ہوا دم ہوا کو کھینچکر ۔ لاوے باہر سے یہ ہی کسکی مجال
بس تعجب خیز ہی جینا مگر ۔ کیا تعجب مرگ کا کیجے خیال

قطعہ تاریخ موکش پدری پانے جناب منشی امید سنگھ صاحب بہادر مصنف دیوان کا

کیون سیہ پوشش فلک کے زمین ہی بچھا کتا ۔ غم ہی کیا اسکو کہان ہی جسنے کھویا عیش کو
کسکا ماتم ہی زمین مین خاک سی اڑتی ہی کیون ۔ خاک بر سر عیش کیون ہی ہو گیا کیا عیش کو
ایسکے حال پر رہتے ہین اتنا زار زار ۔ اسقدر ہی کسکا غم جو غم نے گھیرا عیش کو
کیا بگاڑا تھا کسی کا گل ہوئی کی شمع امید ۔ کسلیے کسنے سراپا غم بنایا عیش کو
تھا یہی جو فکر سمجھایا خرد نے اسطرح ۔ عمر غفلت مین بسر کیون کی نہ سمجھا عیش کو
شب راحت ہو گئی آخر تو تڑکا ہو گیا ۔ ہاے قسمت نے ہی روز غم دکھایا عیش کو
سخت ہی افسوس لیکن پیش آیا جب وہی ۔ پیش آنا تھا جو پیشانی کا لکھا عیش کو
عیش سے کہدو کرے اب صبر لازم ہی یہی ۔ گو کہ یہ ہی سخت غم یہ ہمنے مانا عیش کو
ظل پدری عیش کے سر سے اٹھا شیر امید ۔ موکش کا ہین خود ہوے بندھن تین چھوڑا عیش کو

سنہ ۱۹۵۰

قطعۂ تاریخ طبع دیوان از جناب مصنف عالیشان

پھولا نہیں سماتا ہے باغ باغ چون گل	ہے دلنشین دل کے اب ہر طرح ملفوف
تاریخ ہو جو لکھنا بسم اللہ عیش لکھدو	تمکین معرفت کو باغ فرح لقوف

۱۳۱۰ھ ۱۸۹۳ء

خاتمۃ الطبع از طرف کارپردازان مطبع

سخنوران اقلیم خوش بیانی اور نازک خیالان قلمرو ہمہ دانی کو نوید مسرت افزا کہ ایک ناظورۂ دلفریب اور شاہد بازینت وزیب نے جلباب خفا سے چہرۂ رشک آفتاب کو بے نقاب باہر نکالا اور چمنستان دہر مین سریر دلربائی پر باہزاران کرشمہ و ناز جلوہ فرمایا۔ کہان ہین مشتاقان عاشق تن اور کدھر ہین نقادان شعر و سخن جو دست ورازے کلام تونگر چاہتے آئین اور نظارہ اس گل گلستان خوبی اور مہر آسمان محبوبی کی فرمائین یعنی ان ایام فرحت انضمام مین مرہم ناسور عشاق مسکن درد دلہاے دردمندان آفاق سیر و جہانبار فصاحت چلچل شاخسار بلاغت دوحۂ نودمیدۂ آبیاری حقیقت دیوان عیش معروف بہ تمکین معرفت نتیجۂ طبع الورد و فکر آسمان گذر فارس مضمار سخنوری یکۂ تاز جولانگاہ فضل و برتری شاعر باکمال راے بہادر منشی چھٹن لال صاحب متخلص بہ عیش ڈپٹی کلکٹر اوناؤ بطرز خوب و عنوان خوش اسلوب مطبع نامی مشہور نزدیک و دور جناب منشی نولکشور صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ واقع شہر لکھنؤ مین حسب فرمائش مصنف ممدوح بماہ جولائی ۱۸۹۳ء مطابق ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ حلیۂ طبع سے ہے آراستہ ہو کر رونق افزاے بزم سخنوران دیار و امصار ہوا۔

قطعۂ تاریخ نتیجۂ فکر انور مولوی سید تصدق حسین صاحب [illegible]

دیوان جو عیش کا ہوا طبع / برائی [illegible] اک جہان کی
عاشق نے کہا یہ مصرع سال / رونق ہوئی ریاض گلستان کی
[illegible]

ولہ

دیوان عیش طبع ہوا ہے جو اندنوں / اسکے مطالعہ سے ہر اک شاد کام ہو
عاشق نے سال طبع جو ڈھونڈھا تو مل گیا / نگین معرفت یہ [illegible] تاریخ [illegible] نام ہو
[illegible]

CALL No. ٨٩١٤٣١ ع ۴۴۳ ACC. No. ۲۴۷۰۱

AUTHOR تمکین معرفت

TITLE دیوان عہد

Date	No.	Date	No.

MAULANA AZAD LIBRARY
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:—

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text-books and 10 Paise per volume per day for general books kept over - due.